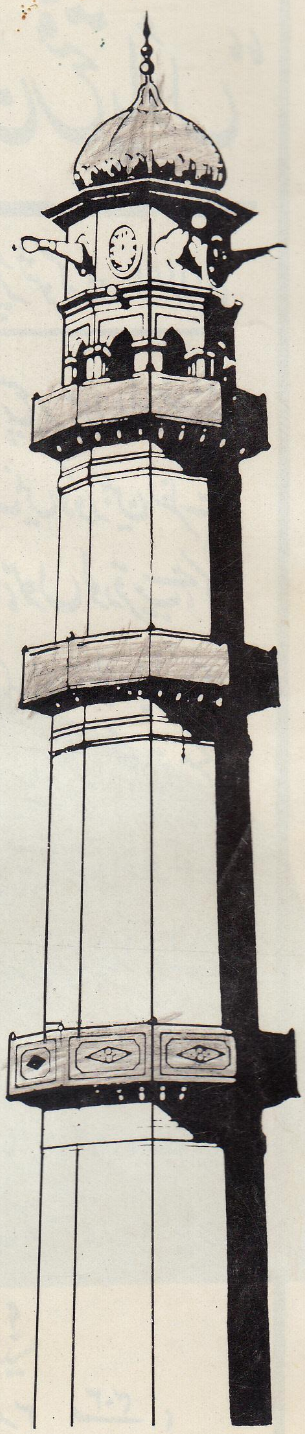
"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد"



ماہنامہ

انصار اللہ ربوہ

جون سنہ ۱۹۹۶ء

خصوصی اشاعت

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

کلام الامام

نعماء جنت کی حقیقت

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفہ المسیح الثانی...... فرماتے ہیں:

"یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن کریم نے صاف طور پر بیان کردیا۔ کہ اگلے جہان کے انعامات کا سمجھنا انسانی عقل سے بالا ہے پس اس دنیا کی زندگی سے اخروی زندگی کا قیاس کرنا درست نہیں قرآن کریم فرماتا ہے

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سجدہ:2)

یعنی کوئی انسان بھی اس کو نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے لئے اگلے جہان میں کیا کیا نعمتیں مخفی رکھی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے بارہ میں جو کچھ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے وہ تمثیلی زبان میں ہے اور اس سے وہ مفہوم نکالنا درست نہیں جو اس دنیا میں اس قسم کے الفاظ سے نکالا جاتا ہے اس مضمون کی تشریح میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ

(بخاری جلد دوم کتاب بدء الخلق باب صفۃ الجنۃ مسلم جلد 4 کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا و جنتھا)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے آخرت کی زندگی میں وہ کچھ تیار کر چھوڑا ہے کہ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے فکر نے اس کی حقیقت کو سمجھا ہے۔ اس تشریح سے بھی ظاہر ہے کہ جنت کی نعماء کی حقیقت اس دنیا کی حقیقت سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اگر وہاں بھی اسی قسم کے مادی باغ اور مادی نہریں اور مادی پھل اور مادی بیویاں ہونی ہیں تو یہ چیزیں تو ایسی ہیں جنہیں آنکھوں نے دیکھا بھی ہے اور کانوں نے سنا بھی ہے اور فکر انسانی ان کی حقیقت کو سمجھتا بھی ہے۔

غرض اخروی زندگی میں باغات سے اور نہروں اور پانی اور دودھ اور شراب اور شہد سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ بعض چیزیں ہونگی جو اس قسم کی روحانی تاثیرات پیدا کریں گی جو دنیا کی اشیاء مادی جسم پر پیدا کرتی ہیں۔......"

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 241-242-244)

فارسی منظوم کلام

اِمروز قومِ من نشناسد مقامِ من
رُوزے بگریہ یاد کُند وقتِ خوشترم

ہرشب ہزار غم بمن آید ز دردِ قوم! ؎ یارب نجات بخش ازیں روزِ پُرشرم
ہر رات قوم کے درد سے مجھ پر ہزاروں غم وارد ہوتے ہیں اے رب مجھے اس شوروکے زمانہ سے نجات دے

یارب بآبِ چشمِ من ایں کسلِ شاں بشو ؎ کامروز تر شد است ازیں درد بسترم
اَے رب میرے آنکھ کے پانی سے اُن کی یہ سُستی دھوڈال ۔ کہ اس غم کے مارے آج میرا بستر تک تر ہو گیا

دریاب چونکہ آب ز ہجرِ تو ریختم! ؎ دریاب چونکہ جز تو نماند است دیگرم
میری کو پہنچ کیونکہ مَیں نے تیرے لئے آنسو بہائے ہیں میری فریاد اسی کر کیونکہ تیرے سوا میرا کوئی نہیں رہا

دل خوں شد است از غمِ ایں قومِ ناشناس ؎ وز عالمانِ کج کہ گرفتند چنبرم
اس ناقدردان قوم کے غم سے میرا دل خون ہوگیا ۔ نیز گمراہ عالموں کی وجہ سے جو میرے پیچھے پڑ گئے ہیں

گر علمِ خشک کورئیِ باطن نہ رہ زدے ؎ ہر عالم و فقیہ شُدے ہمچو چاکرم
اگر خشک علم اور دل کی نابینائی حائل نہ ہوتی ۔ تو ہر عالم اور فقیہہ میرے آگے غلاموں کی طرح ہوتا

بر سنگ مے کند اثر ایں منطقم مگر ؎ بے بہرہ ایں کساں ز کلامِ مؤثرم
میری یہ باتیں پتھر تک پر اثر کرتی ہیں ۔ مگر یہ لوگ میرے پُرتاثیر کلام سے بے نصیب ہیں

اِمروز قومِ من نشناسد مقامِ من ؎ رُوزے بگریہ یاد کُند وقتِ خوشترم
آج کے دن میری قوم میرا درجہ نہیں پہچانتی لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ رو رو کر میرے مبارک وقت کو یاد کریگی

(درثمین فارسی)

عربی منظوم کلام

کلام فائق ما راق طرفی

وما القرآن الا مثل درر ❊ فرائد زانها حسن البیان

اور قرآن درحقیقت بہت عمدہ اور یکدانہ موتیوں کی طرح ہے۔ جو حُسنِ بیان سے اور بھی اس کی زینت اور خوبصورتی نکلی ہے

وما مسّت اکفّ الکاشحینا ❊ معارفه التی مثل الحصان

اور دشمنوں کی ہتھیلیاں ان معارف کو چھوئی بھی نہیں۔ جو قرآن میں ایسے طور پر چھپی ہوئی ہیں جیسے پردہ نشین پارسا عورت چھپی ہوئی ہوتی ہے

به ما شئت من علم وعقل ❊ واسرار وابکار المعانی

اس میں ہر یک وہ علم اور عقل ہے جس کا تُو طالب ہے، اور انواع واقسام کے بھید اور نئی صداقتیں اس میں بھری ہیں

یسکّت کلّ من یعدو بضغن ❊ یبکّت کلّ کذّاب وجانی

ہر یک ایسے دشمن کا منہ بند کرتا ہے جو مخالفانہ طور پر دوڑ پڑتا ہے اور ہر ایک ایسے شخص پر اتمامِ حجت کرتا ہے جو دروغ گو اور گنہگار ہے

رأینا درّ مزنته کثیرا ❊ فدینا ربّنا ذا الامتنان

ہم نے اس کے مینہ کا پانی بہت ہی دیکھا ہے۔ سو ہم اس خدا پر قربان ہیں جس نے ایسے احسان کئے

وما ادراک ما القرآن فیضا ❊ خفیر حالب نحو الجنان

اور تو کچھ جانتا ہے کہ قرآن فیض کے رو سے کیا شئے ہے؟ وہ ایک راہبر ہے جو بہشت کی طرف کھینچتا ہے

له نوران نور من علوم ❊ ونور من بیان کالجمان

اس میں دو نور ہیں ایک تو علوم کا نور اور دوسرے فصاحت اور بلاغت کا نور جو دانۂ نقرہ کی طرح چمکتا ہے

کلام فائق ما راق طرفی ❊ جمال بعده والنیّران

وہ ایک ایسا کلام ہے جو ہر ایک کلام سے فوقیت لے گیا اور اس کے بعد مجھے کوئی جمال اچھا معلوم نہ ہوا اور آفتاب اور قمر بھی اچھے دکھائی نہ دیئے

(القصائد الاحمدیہ)

”قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشّان فتح پاؤں“

سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کا پُرشوکت اعلان

”مَیں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک مَیں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں **تمام دُنیا اپنی سچّائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں** اور قریب ہے کہ مَیں ایک **عظیم الشّان فتح** پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کیلئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی رُوح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے۔ جس نے ایک پُتلی کی طرح اس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں؟ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں؟

(ازالہ اوہام۔ رُوحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)



سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

اس شمارہ میں

- اداریہ ص۲ ● امام الکلام ص۵
- کلام الامام ص۶ ● فارسی منظوم کلام ص۷
- عربی منظوم کلام ص۸
- جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں سیدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین....... کی تقریر ص۹
- جلسہ اعظم مذاہب لاہور ص۱۱
- نظم (انتخاب) ص۲۶
- جلسہ اعظم مذاہب عالم کا پس منظر اور اسکی مختصر روئیداد ص۲۸
- لاجرم سب سے رہا مضمون بالا آپ کا (نظم) ص۴۳
- حضرت مولانا عبدالکریم صاحب.... سیالکوٹی ص۴۵
- سلطان القلم سیدنا حضرت مسیح موعود.....کی صداقت کا عظیم الشان نشان ص۵۱
- تائید حق کا ایک نشان (نظم) ص۶۲
- "اسلامی اصول کی فلاسفی" پر ایک طائرانہ نظر ص۶۶
- جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۱۸۹۶ء کے مضامین پر عمومی تبصرہ ص۷۳
- "اسلامی اصول کی فلاسفی" پر اخبارات کی آراء اور تبصرے ص۸۲
- تیرے بغیر (نظم) ص۸۹
- مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے روحانی اثرات ص۹۰
- حقائق و معارف سے معمور اہم نکات ص۹۶
- غذاؤں کا انسانی اخلاق پر اثر ص۱۰۸
- اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر ببند (فارسی کلام) ص۱۱۲
- سیدنا حضرت مسیح موعود.....کی طرف سے اقوام عالم کو تحقیق مذہب کی دعوت و انگریزی اشتہار ص۱۱۴

ماہنامہ

انصاراللہ

ربوہ

احسان ۱۳۷۵ ہش

جون ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر

نصراللہ خاں ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصاراللہ دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

جلد نمبر ——— ۳۷

شمارہ نمبر ——— ۶

شرح چندہ

پاکستان ——— ساٹھ روپے ۶۰ سالانہ

قیمت پرچہ ہذا ——— پچیس ۲۵ روپے

اداریہ

یہ وہ مضمون ہے جو سب پر بالا رہے گا

اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ

اللہ تعالیٰ نے مامور زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ .... کی صداقت صدہا نشانوں سے ظاہر فرمائی جن میں خوارق غیبیہ اور قرآنی حقائق و معارف بھی تھے جس سے دین حق کی عظمت اور فیضان خاتم الانبیاء کا ظہور ہوا اور یہی آپ کی بعثت کا مقصد تھا۔ حضرت اقدس کی براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ سے ہی یہ تڑپ رہی کہ قرآن کریم کی پر حکمت تعلیم کو ہر قوم اور ہر ملک میں رائج کریں اور مذاہب عالم اس مقدس تعلیم کی فوقیت تسلیم کرتے ہوئے اپنے دلوں پر حکومت الہیہ کے صحیح نقوش قائم کریں۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپ نے دنیا کو (قرآن شریف کے) علمی خزانے دئے اور ان علوم و معارف سے دنیا میں فکری انقلاب برپا ہوا۔ آپ کے زمانہ میں دین حق کی عظمت کے لئے آسمانی نظام حرکت میں آچکا تھا۔ چنانچہ ایسی تحریکات نے جنم لینا شروع کیا جس سے یہ مقاصد عالیہ پورے ہوں اور مامور زمانہ کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو۔ 1896ء کے وسط میں کائستھ قوم کے ایک رکن سوامی شوگن چندر گیان و معرفت کی جستجو میں تحقیق مذاہب کی کانفرنس کیلئے حضرت اقدس کے پاس قادیان بھی پہنچے اور اپنا مدعا پیش کیا۔ حضور پہلے ہی سے ایسی مجالس منعقد کرنے کا ارادہ ظاہر فرما چکے تھے آپ نے سوامی صاحب کی تجویز کا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ سوامی شوگن چندر صاحب نے ایک اشتہار کے ذریعہ جلسہ اعظم مذاہب منعقد کرنے کا اعلان کیا اور سب مذاہب اور مکاتب فکر کے سامنے اپنی مقدس کتابوں سے پانچ سوالوں کا جواب دینے کی درخواست کی۔ اس کانفرنس کے لئے مقام لاہور اور 26-27-28 دسمبر 1896ء کی تاریخیں مقرر کیں۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ .... نے جلسہ اعظم مذاہب کے انعقاد سے پہلے 21 دسمبر 1896ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور اس کی کثرت سے اشاعت کی۔ اس اشتہار میں اس آسمانی خوشخبری کا اعلان کیا گیا۔ کہ آپ کا مضمون سب پر بالا رہے گا۔ یہ ایک عظیم الشان خبر تھی جو دین حق کی صداقت کا مظہر تھی۔ اس اشتہار کے مندرجہ

ذیل پہلو بڑے نمایاں ہیں:۔

☆ مضمون قرآن شریف کے کمالات و معجزات پر مبنی ہو گا اس میں قرآن شریف کے حقائق و معارف ہوں گے اور آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے۔

☆ جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سنے گا ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہو گا۔ اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا۔

☆ یہ مضمون اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر ہو گا۔

☆ یہ تصویر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف سے منزّہ ہے۔

☆ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب رہے گا۔

☆ اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں اس کو اول تا آخر سنیں گی شرمندہ ہو جائیں گی۔

☆ دوسری قومیں ہرگز قادر نہ ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں۔

☆ اَللّٰہُ اَکْبَر خَرِبَتْ خَیْبَرُ میں خبر دی گئی کہ خراب مذاہب کے محل گرا دئے جائیں گے۔

☆ قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی چلی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔

☆ اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ کے مطابق ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت حاصل ہو گی۔

حضرت اقدس کا مضمون مذکورہ نکات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایک عظیم معجزہ نظر آتا ہے۔ اس میں خالصتہً الٰہی تائید و نصرت کا دخل ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

"میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القاء کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے

میں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی۔ اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا جو کچھ لکھا قلم برداشتہ لکھا تھا۔ اور ایسی تیزی اور جلدی میں لکھا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی اس کی نقل لکھے۔ جب میں مضمون ختم کر چکا تو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا" (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 291)

جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں آپ کے مضمون کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اور جو صدائے تحسین بلند ہوئی اس سے یقیناً دین حق کو فوقیت حاصل ہوئی۔ اخبارات اور رسائل نے اس مضمون پر تبصرے کئے اور تسلیم کیا کہ حضرت اقدس کا "مضمون بالا رہا"

1896ء سے یہ عظیم الشان مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" تمام ادیان عالم کے لئے خیبر شکن ثابت ہوا ہے اور اللہ اکبر خربت خیبر کی صداقت کا اقرار ہر صاحب بصیرت نے کیا ہے۔ مذکورہ نکات کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ مختصراً یہ کہ اشتہار کا ایک ایک جملہ ایک درخشندہ صداقت ہے۔ اس آفتاب نصف النہار کی طرح جس کا کور چشم بھی انکار نہیں کر سکتا۔

اسلامی اصول کی فلاسفی کا پہلا انگریزی زبان میں ترجمہ 1909ء میں شائع ہوا۔ جس سے دنیا بھر کے دانش کدوں خصوصاً مغربی دنیا میں ایک تزلزل پیدا ہوا۔ مسیح الزمان کے حواریوں نے روسی در و دیوار کو بھی جنبش دی۔ کاؤنٹ ٹالسٹائے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ تو صرف انگریزی زبان کے ترجمہ کے ثمرات ہیں۔

اب جماعت احمدیہ اپنے امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مبارک قیادت میں دنیا بھر کی 26 زبانوں میں اس کتاب کے تراجم شائع کر چکی ہے اور 31 زبانوں میں تراجم طباعت کے لئے تیار ہیں اور 14 زبانوں میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ اور وہ وقت دور نہیں جب تمام اقوام عالم کو یہ کتاب ان کی اپنی زبان میں میسر ہو گی۔ تو ان کے امت واحدہ بننے کے وہ عظیم الشان ثمرات ظاہر ہوں گے جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند مسیح الزمان اور مہدی دوراں کی بعثت ہوئی۔

لیکچر اسلامی اصول کی فلاسفی اور جلسہ اعظم مذاہب 1896ء کے 100 سال پورا ہونے پر ہم اپنے امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو مبارک باد دیتے ہیں۔

مبارک صد مبارک

امام الکلام

دعویٰ اور دلیل الہامی کتاب سے ہونا ضروری ہے

"آج اس جلسۂ مبارک میں جس کی غرض یہ ہے کہ ہر ایک صاحب جو بلائے گئے ہیں سوالات مشتہرہ کی پابندی سے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان فرماویں۔ میں اسلام کی خوبیاں بیان کروں گا۔ اور پہلے اس سے کہ میں اپنے مطلب کو شروع کروں اس قدر ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جو کچھ بیان کروں خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف سے بیان کروں۔ کیونکہ میرے نزدیک یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو۔ اور اس کتاب کو ربّانی کتاب سمجھتا ہو وہ ہر ایک بات میں اسی کتاب کے حوالہ سے جواب دے۔ اور اپنی وکالت کے اختیارات کو ایسا وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے۔ سو چونکہ آج ہمیں قرآن شریف کی خوبیوں کو ثابت کرنا ہے اور اس کے کمالات کو دکھلانا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ہم کسی بات میں اس کے اپنے بیان سے باہر نہ جائیں اور اسی کے اشارہ یا تصریح کے موافق یا اسی کی آیات کے حوالہ سے ہر ایک مقصد کو تحریر کریں۔ تا ناظرین کو موازنہ اور مقابلہ کرنے کے لئے آسانی ہو۔ اور چونکہ ہر ایک صاحب جو پابند کتاب ہیں اپنی اپنی الہامی کتاب کے بیان کے پابند رہیں گے اور اسی کتاب کے اقوال پیش کریں گے۔ اس لئے ہم نے اس جگہ احادیث کے بیان کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ تمام صحیح حدیثیں قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور وہ کامل کتاب ہے جس پر تمام کتابوں کا خاتمہ ہے۔ غرض آج قرآن شریف کی شان ظاہر ہونے کا دن ہے۔ اور ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا مددگار ہو۔ آمین"

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۵ تا ۳۱۶)



حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل .....

آپ جلسہ اعظم مذاہب لاہور کے ماڈریٹر مقرر ہوئے اور ایک اجلاس کی صدارت فرمائی

جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں سیّدنا حضرت حکیم مولانا نور الدین.... کی تقریر

۲۷۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو جلسہ اعظم مذاہب کے دوسرے روز منتظمین نے حضرت حکیم مولانا نور الدین...... کو صدر اجلاس مقرر کیا۔ اس موقعہ پر آپ نے ایک مختصر اور جامع تقریر کی جو رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب سے لی گئی ہے۔

"تقریر حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی میر مجلس

خدا تعالیٰ کی مہربانی اور اُس کا فضل اور اس کی ربوبیت عامہ اور اس کا وہ فضل جو خاص خاص بندوں پر ہوتا ہے اگر انسان کے شامل حال نہ رہے تو اس کا وجود کب رہ سکتا ہے۔ منجملہ اس کی مہربانیوں کے جو ہم پر آجکل عطا فرمائی ہیں علم کے حاصل کرنے کے ذریعے اور اس کے مخازن ہیں جو عطا کئے ہیں۔ کاغذ کا افراط سے بننا۔ مطبعوں کا جاری ہونا۔ پوسٹ آفسوں کی وہ ترقی کہ نہایت ہی کم خرچ پر ہم اپنے خیالات کو دُور دراز ممالک میں پہنچا سکتے ہیں۔ پھر تار کا عمدہ انتظام۔ ریل اور جہاز کے ذریعہ سفر میں آسانی یہ تمام انعام الٰہی ہیں۔ اگر انسان اس کا شکر ادا نہیں کرتا تو وہ ضرور عذاب میں گرفتار ہوگا۔ لیکن جو شکر کرتا ہے خدا اس میں بڑھوتی کرتا ہے۔ میں نے اپنے ابتدائی زمانہ میں دیکھا ہے جو کتابیں ہمیں مشکل سے ملتی تھیں بلکہ جن کے دکھانے میں تامل اور مضائقہ ہوتا تھا۔ تھوڑے زمانہ سے دیکھتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی عمدہ عمدہ کتابیں اور ایسا ہی الجزائر۔ مراکش۔ تیونس۔ طرابلس اور مصر سے آسانی کے ساتھ گھر بیٹھے پہنچتی ہیں ہر ایک شخص کو واجب ہے کہ اس امن کے زمانہ میں اس نعمت الٰہی سے بڑا فائدہ حاصل کرے مذہب میرے نزدیک ایسی چیز ہے کہ کوئی آدمی دنیا میں بغیر قانون کے زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ گورنمنٹ کے قانون کی منشا حقوق کی حفاظت ہے۔ لیکن ان قانونوں پر عمل درآمد کرنے کے لئے جو جو حدود باندھے گئے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ اُن سے ممکن ہے جرائم کا انسداد ہو۔ لیکن محرکات جرائم کو روکنا ان کے احاطہ سے باہر ہے۔ مثلاً یہ تو ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہو تو گورنمنٹ اسے سزا دے لیکن بدنظری سے بدصحبتوں سے بدخواہشوں سے جو انسان میں پیدا ہو کر اس سے طرح طرح کے جرائم کراتی ہیں۔ اس کا انسداد قانون گورنمنٹ سے باہر ہے۔ گورنمنٹ کا قانون انہیں نہیں روک سکتا۔ ایسا قانون مذہب ہے۔ جو ان امور سے ہم کو روکتا ہے۔ ہمارے بعض افعال سے وہ ناراض ہوتا

ہے۔ اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ۔ یعنی مومن اور فاسق ایک جیسے نہیں۔ اپنے معتقدات اور اعمال کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے کے متساوی نہیں۔ ایسے ہی ان کے اعمال یکساں نتائج مرتب نہیں کرتے۔ یہ ایک مذہب کا ہی قانون ہے جس نے فاسق کو ان امور کے لئے بھی مجرم ٹھہرا کر اسے ان کے ارتکاب سے روکا ہے۔ جن کا انسداد گورنمنٹ کے قانون سے باہر ہے۔ چنانچہ بعض ایسی سیاہ کاریاں جو اگرچہ عقلاً نقلاً بری نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور اہالیان گورنمنٹ اور ایسے ہی سوسائٹی کے دوسرے افراد اسے کامل بداخلاقی سمجھتے ہیں لیکن نہ تو بذاتِ خود گورنمنٹ بحیثیت گورنمنٹ اور نہ افراد سوسائٹی کوئی عملی انسداد اس کی بند کرنے کا اپنے پاس رکھتے ہیں۔ مثلاً شراب خوری یا عیاشی جس میں فریقین راضی ہوں ایسے جرائم اور سیاہ کاریوں کی انسداد کے لئے اگر کوئی قانون مفید ہو سکتا ہے تو وہ صرف مذہب کا ہی قانون ہے۔ جو نہ صرف ایسے جرائم کو ہی روکتا ہے۔ بلکہ اُن خیالات اور خطرات نفس پر بھی اس کی حکومت ہے جو ان جرائم اور کج اخلاقیوں کے محرک ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب انسان مدنی بالطبع ہونے کی صورت میں ایک قانون کا طبعاً اور مجبوراً محتاج ہے تو وہ قانون صرف شریعت الٰہی ہے جس میں سیاست مدن کی تکمیل کما حقہ، ہو سکتی ہے اور یہی شریعت اصلاح انسانی کے لئے اپنے اندر وہ طاقت رکھتی ہے اور اسی شریعت کو انسانی طبیعت پر اس قدر غلبہ ہے جو کسی گورنمنٹ کے قانون کو خواہ اس میں کیسی ہی جابرانہ طاقت کیوں نہ ہو۔ نصیب نہیں۔ لہٰذا مذہب میں انسان کو دلچسپی پیدا کرنا گورنمنٹ کے قوانین امن کی حفاظت کی ضرورت سے ہے نہیں بلکہ صدمات سے محفوظ رکھنے کا پہلا باعث ہے۔ اس ضروری چیز کے لئے فکر چاہیئے فکر ہے تو ضرورتوں کے موافق سامان بن جاتا ہے۔ اس وقت جب ہمیں طرح طرح کے سامان خدا تعالیٰ نے مہیا کر دیئے ہیں تو یہ گویا خدا تعالیٰ کی ناشکری ہوگی اگر ہم ان خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر ان قوانین پر غور نہ کریں جو خدا کی طرف سے مذہب نے مرتب کر کے ہمارے اعمال اور افعال کو ان کے ماتحت کیا۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم مذہب کی نگہبانی کریں۔ اور یہ جلسہ اسی لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے میرے دل سے یہی دعا ہے کہ جس طرح کل کا دن امن و آرام سے گذرا ویسے ہی آج کا دن بھی گذرے (اور غالباً مولوی ثناء اللہ صاحب جو امرتسر کے ایک ہونہار نوجوان ہیں۔ اپنے ابتدائی خیالات سے آپ کو خوش کریں گے۔

مولوی صاحب اپنی اس مختصر تقریر کے بعد بیٹھ گئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے سٹیج پر آ کر حاضرین کو مخاطب کیا۔)

جلسہ اعظم مذاہب لاہور

یہ مضمون حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ...... کی سوانح مؤلفہ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان سے لیا گیا ہے۔ جو ایمان افروز مشاہدات و تاثرات اور معلومات پر مشتمل ہے محترم ملک صاحب موصوف نے اس مضمون کے تعارفی نوٹ میں بیان فرمایا ہے۔

"حضرت بھائی جی نے ذیل کا انمول مضمون تقسیم ملک سے پہلے خود خاکسار کو دیا تھا کہ اس کی نقل کر کے رکھ لوں۔ اور نقل کی تصیح کر کے اور قدرے اضافہ کر کے اس پر اپنے دستخط بھی ثبت فرمائے تھے۔ غالباً بعد تقسیم ملک آپ کی طرف سے یہ کسی اخبار میں شائع ہو گیا تھا۔ (مؤلف)"

ایڈیٹر

جلسہ اعظم مذاہب لاہور

"یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ اللہ اکبر خربت خیبر"

(۱)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود ...... کے جوشِ (دعوت الی اللہ) اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے لگن اور دھن کی کیفیت کا بیان انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ حضور کا منصب و کام ہی خداوند عالم نے (دین حق) کو تمام دوسرے مذاہب پر غالب کر دکھانا مقرر فرمایا ہے اور جن خواص کو یہ خدمات تفویض ہوا کرتی ہیں ان کے لئے۔

بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالۃ

کا حکم الٰہی ہمیشہ قائم ہوتا ہے۔ حضور پُر نور نے حقِ (دعوت الی اللہ) کی ادائیگی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی اور نہ ہی کوئی فروگذاشت کی۔ دن کیا رات حضور کو یہی فکر رہتی اور حضور کوئی موقع (دعوت الی اللہ)

کا ہاتھ سے جانے نہ دیا کرتے ۔ اٹھتے بیٹھتے ، چلتے پھرتے ، خلوت ہیں اور جلوت میں ۔ الغرض ہر حال میں اسی فکر اور اسی دُھن میں رہتے ۔ چنانچہ حضور پُر نُور کی سوانح کا ہر ورق اور حیات طیبہ کا ہر لمحہ بزبان حال میرے اس بیان کا گواہ اور شاہد عادل ہے ۔ لمبے مطالعہ اور حضور کی تصنیف کی گہرائیوں کو الگ رکھ کر اگر حضور کے صرف ایک دو ورقہ اشتہار پر ہی بہ نیت انصاف ، تعصب سے الگ ہو کر نظر ڈالی جائے جو حضور نے ۹ ستمبر ۱۸۹۰ء کو شائع فرمایا تو یقیناً میرے اس بیان کی تصدیق کرنا پڑے گی اور حضور کی اس سچی تڑپ اور خلوص نیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی ہر رنگ میں آپ کی غیر معمولی تائید و نصرت فرماتا ۔ اور غیب سے سامان مہیا فرما دیا کرتا اور حضور خدا کے اس فضل و احسان کا اکثر تحدیث نعمت کے طور پر یوں ذکر فرما دیا کرتے کہ

"خدا کا کتنا فضل و احسان ہے کہ ادھر ہمارے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے یا کوئی ضرورت پیش آتی ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے کے سامان مہیّا کر دیتا ہے ۔"

(۲)

۱۸۹۶ء کے نصف دوم کا زمانہ تھا کہ اچانک ایک اجنبی انسان سادھو منش بھگوے کپڑوں میں ملبوس شوگن چندر نام وارد دارالامان ہوا ۔ اور جلد ہی ہماری مجالس کا ایک بے تکلف رُکن نظر آنے لگا ۔ ایک آدھ دن سیّدنا حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب ...... کی مجلس میں شریک ہوا تو دوسرے ہی روز وہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود ...... کے دربار شام اور صبح کی سیر میں شامل ہو کر حضور کی خاص توجہات کا مورد بن گیا کیونکہ وہ شخص اپنے آپ کو حق کا متلاشی اور صداقت کا طالب ظاہر کرتا ہوا اپنی روحانی پیاس بجھانے کیلئے آسمانی پانی کی تلاش میں دُور و نزدیک ، قریہ بہ قریہ بلکہ کُو بکو سرگرداں پھرتا ہوا قادیان کی مقدس بستی میں اپنے مدعا و مقصود کے حصول کی امید لے کر آیا اور کچھ لے کر ہی لوٹنے کی نیت سے پہنچا تھا اور اس کی نیک نیتی ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ باوجود بالکل غیر ہونے کے بہت جلد اپنا لیا گیا ۔ وہ صرف سادھو تھا جو بھگوے کپڑوں میں اپنا فقر و حاجات چھپائے تھا ۔ اور نہ ہی کوئی ایسا سوالی جس کو دام و درہم کی ضرورت اور روپیہ پیسے کا لالچ قادیان میں تقسیم ہوتے خزائن کی خبریں یہاں کھینچ لائی ہوں ۔ بلکہ وہ واقعہ میں متلاشی حق اور طالب صداقت تھا ۔ ورنہ خدا کا برگزیدہ مسیح الزمان جس کی فراست کامل جوہر شناس تھی اور جو خدا کے عطا فرمودہ نور سے دیکھا کرتا تھا یوں اس کی طرف ملتفت نہ ہو جاتا ۔

(۳)

شوگن چندر ایک تعلیم یافتہ اور معقول انسان تھا جو گورنمنٹ میں کسی اچھے عہدہ پر فائز تھا۔ بعض حوادث نے دنیا کی بے ثباتی کا ایک نہ مٹنے والا خیال اس کے دل و دماغ پر مستولی کر دیا۔ اس کے بیوی اور بچے بلکہ خویش و اقارب تک اس سے جدا ہو گئے اور وہ یکہ و تنہا رہ گیا۔ دل و دماغ میں پیدا شدہ تحریک نے اندر ہی اندر پرورش پائی۔ ذاتی چیزوں کے اثرات نے اس کے خیالات کی رو کا رُخ کسی غیر فانی اور قائم بالذات ہستی کی تلاش کی طرف پھیر دیا۔ جس سے متاثر ہو کر اس نے ملازمت چھوڑ کر ترک دنیا اور تلاشِ حق کا عزم کر لیا۔ اور سادھو بن کر جا بجا گھومنے اور ڈھونڈنے میں مصروف ہو گیا۔ نہ معلوم کتنا عرصہ پھرا اور کہاں کہاں گیا۔ اور اس نے کیا کچھ دیکھا اور سُنا جس کے بعد اس کو کسی نے ہمارے آقا و مولا، ہادی و راہنمائے زمان کا پتہ دیا۔ اور قادیان کی نشاندہی کی جس پر وہ صدق دلانہ اخلاص و عقیدت سے پہنچ کر حصول مقصد و مدعا کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ حضور کی صحبت میں رہ کر وہ فیوض پانے لگا۔ اور ہوتے ہوتے ایسا گرویدہ ہوا کہ اس کی ساری خوشی تسلی و اطمینان حضور کی صحبت اور کلمات طیبات سے وابستہ ہو گئے۔ جس کی وجہ سے وہ یہیں ٹک جانے پر آمادہ ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اس کے ذریعہ اپنا ایک نشان ظاہر کرنا منظور اور ایک کرشمۂ قدرت دکھانا مطلوب تھا۔ جس کے لئے اس ذات بابرکات نے اتنے تغیرات کئے اور ذرّات عالم پر خاص تصرفات فرمائے اور اس شخص کو قادیان پہنچایا۔ جو کبھی لالہ پھر مسٹر اور بابا آخر سوامی شوگن چندر کے نام سے موسوم ہوا۔

(۴)

مہمان نوازی کا خلق شیوہ انبیاء ہے اور حضور پُر نُور کو اس خُلق میں کمال حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ حُسنِ سلوک اور احسان و مروّت میں حضور اپنی مثال صرف آپ ہی تھے۔ تالیفِ قلوب کے وصف عظیم کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی خلق کا جذبہ حضور میں بے نظیر و عدیم المثال تھا اور ان تمام خصائل حسنہ اور فضائل کے علاوہ حق و صداقت اور علم و حکمت کے خزائن حضور کے ساتھ تھے۔ جو حضور کے تعلق باللہ اور مقبول بارگاہ ہونے کی دلیل تھے اور ان حقائق کے ساتھ ہی ساتھ خدا سے ہم کلامی کا شرف اور قبولیت دعا کے نمونے ایسی نعماء تھیں جن سے کوئی بھی نیک فطرت اور پاک طینت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اور درحقیقت یہی وہ چیزیں ہیں جن کو ناواقف دنیا نے جادو اور سحر کے نام لے کر حضور پُر نُور سے دنیا جہان کو دُور رکھنے کی ناکام سعی کی ہے ...... سوامی شوگن چندر بھی ان کرامات کا شکار ہوئے۔ اور جس چیز کی ان کو تلاش تھی اور دنیا میں وہ چیز ان کو کہیں بھی نہ ملی تھی آخر

خدا کی خاص حکمت کے ماتحت ان کو قادیان میں وہ کچھ مل گیا جن کی انہیں جستجو تھی اور وہ کچھ انہوں نے یہاں دیکھا جو دنیا جہان میں انہوں نے نہ دیکھا تھا نہ سُنا۔ وہ خوش تھے اپنی خوش بختی پر کہ ان کو جس چیز کی خواہش اور تلاش تھی آخر خدا نے عطا کر دی۔ مگر ہمارے آقائے نامدار اس سے بھی کہیں زیادہ خوش تھے۔ خدا کے اس فضل پر کہ اس نے حضور کی ایک دلی خواہش کے پورا فرمانے کے لئے سوامی شوگن چندر کا وجود پیدا فرما دیا ہے۔

۵

دیرینہ خواہش تھی کہ مذاہب عالم کی ایک کانفرنس ہو جس میں حضور کو قرآن شریف کے فضائل و کمالات اور معجزات و محاسنِ (دین) بیان کرنے کا موقع ملے۔ ہر ایک مذہب کا نمائندہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے تا اس میدانِ مقابلہ میں اعلاءِ کلمۃ اللہ ہو۔ (دین حق) کی برتری اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار ہو۔۔۔۔۔۔ سو حضور کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اللہ کریم نے سوامی صاحب کو قادیان پہنچایا۔ جنہوں نے حضور کی اس تجویز کو حق و باطل میں امتیاز کا حقیقی ذریعہ و سچی کسوٹی یقین کر کے اس کے انعقاد کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور پھر ہمہ تن سعی بن کر اس کام میں لگ گئے۔ ہندو اور پھر گیروے لباس کی وجہ سے بھی اور علم و تجربہ کے باعث بھی ان کو ہندوؤں کے ہر خیال اور ہر طبقہ میں رسوخ میسر آ گیا۔ اور ان کی تجویز پر غور کیا جانے لگا۔ اور اس کام کے لئے ایک حرکت پیدا ہو گئی۔ مرکزی ہدایات۔ صلاح اور مشورے ان کے لئے پیش آمدہ مشکلات کا حل بنتے اور اس بیل کے منڈھے چڑھ جانے کی خاطر ان کی ہر رنگ میں مدد اور حوصلہ افزائی کی جاتی رہی۔ کبھی وہ خود بطریقِ احتیاط قادیان آتے تو کبھی خاص پیامبروں کے ذریعہ ان کی ضروریات کا انتظام کیا جاتا رہا۔ اور اس طرح ہوتے ہوتے مطلوبہ کانفرنس کے قیام کی جھلک نظر آنے لگی۔ حضور پُر نور کی رہنمائی میں ایک ڈھانچہ تیار کیا گیا۔ اور کام کرنے والے آدمیوں اور اخراجات کے کثیر حصہ کا انتظام حضرت اقدس کی طرف سے دیکھ کر اس ڈھانچہ میں زندگی کے آثار بھی نمودار ہو گئے اور اس طرح سوامی شوگن چندر صاحب نے گویا حضور کی اس دینی خواہش کے پورا کرنے میں ایک غیبی فرشتہ کا کام کیا۔

۶

آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل گھاٹیوں کو عبور کرنے اور بے آب و گیاہ جنگلوں کو طے کرنے کے بعد اس جلسہ یعنی جلسہ اعظم مذاہب کے انعقاد کی تاریخوں کا بھی اعلان ہو گیا۔ جو ۲۶۔ لغایت ۲۸۔ دسمبر

۱۸۹۶ء مقرر ہوئیں ۔ اور ٹاؤن ہال لاہور میں اس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔ ایک کمیٹی معززین اور رؤساء کی جس میں علم دوست اصحاب شامل تھے ترتیب پاچکی تو اس اطلاع پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود ...... کو اتنی خوشی ہوئی جیسے دنیا جہان کی بادشاہت کسی کو مل جائے ۔ تب حضور نے اس جلسہ کے واسطے مضمون لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ مگر مصلحت الٰہی سے حضور کی طبیعت ناسازہوگئی ۔ اور یہ سلسلہ کچھ لمبا بھی ہوگیا مگر چونکہ جلسہ کی تاریخیں قریب تھیں اور اندیشہ تھا کہ مضمون رہ ہی نہ جائے ۔ حضور نے بحالت بیماری و تکلیف ہی وہ مضمون لکھنا شروع فرما دیا ۔ اور چونکہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب...... ان ایام میں کسی ضرورت کے ماتحت سیالکوٹ جاکر بیمار ہوگئے اور ان کی بیماری کی اطلاعات سے اندیشہ تھا کہ وہ جلسہ پر نہ پہنچ سکیں گے اس پر بھی سوچ بچار اور مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ حضور کا مضمون خواجہ کمال الدین صاحب پڑھیں چنانچہ اس فیصلہ کے ماتحت یہ تجویز کی گئی کہ

(الف) حضور کا مضمون جسے محترم حضرت منشی جلال الدین صاحب نقل کرتے تھے۔ کتابت کے طریق پر لکھا جائے تاکہ خواجہ صاحب کو پڑھنے میں وقت نہ ہو ۔ اور حضرت پیر جی سراج الحق صاحب نعمانی کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ مگر حضور پُرنُور کے پھر بیمار ہونے کی وجہ سے جب مضمون کی تیاری میں وقفہ پڑگیا تو ہر دو اصحاب نے مل کر اس کو مکمل کیا ۔

(ب) اس مضمون میں جس قدر آیات قرآنی ، احادیث یا عربی آیات آئیں وہ علیحدہ خوشخط لکھوا کر خواجہ صاحب کو اچھی طرح سے رٹا دی جائیں تاکہ جلسہ میں پڑھتے وقت کسی قسم کی غلطی یا رکاوٹ مضمون کو بے لطف و بے اثر ہی نہ بنا دے ۔

(۷)

حضور پُرنُور کا یہ مضمون خوشخط لکھا ہوا صبح کی سیر میں لفظاً لفظاً سنایا جایا کرتا تھا ۔ اور حضور کی عام عادت بھی یہی تھی کہ جو بھی کتاب تصنیف فرمایا کرتے یا اشتہار و رسائل لکھا کرتے ان کے مضامین کو مجلس میں بار بار دہرایا کرتے تھے ۔ اتنا کہ باقاعدہ حاضر رہنے والے خدام کو وہ مضامین عموماً ازبر ہو جایا کرتے تھے ۔ ان ایام کی سیر عموماً صبح قادیان کے شمال کی جانب موضع بٹر کی طرف ہوا کرتی تھی ۔ اور اس مضمون کے سننے کی غرض سے قادیان میں موجود اصحاب و مہمان قریباً تمام ہی شوق اور خوشی سے شریکِ سیر ہوا کرتے جن کی تعداد تخمیناً بیس یا پچیس تک ہوا کرتی تھی ۔ مضمون کے بعض حصوں کی تشریح بھی حضور چلتے چلتے فرماتے جایا کرتے تھے ۔ یہ تحریر و تقریر نئے نئے نکات ، عجیب در عجیب معارف اور ایمان افروز حقائق و دلائل کی حامل ہوا کرتی تھی ۔ ان دنوں کی سیر میں جس کے لئے

حضور باوجود بیماری اور ضعف کے نکلا کرتے تھے، بعد میں معلوم ہوا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے بعض جاسوس بھی حضور کے اس مضمون کو سن کر ان کو رپورٹ پہنچایا کرتے تھے ۔ چنانچہ حضور کے مضمون کی اکثر آیات جن کو حضور نے موقع و محل پر موتیوں کی لڑی کی طرح سجا کر ان سے استنباط فرماتے ہیں مولوی صاحب نے اپنے مضمون میں یکجا جمع کر دی ہیں جن کا وہاں ربط ہے نہ موقع و محل اور جوڑ ۔

(۸)

جناب خواجہ کمال الدین صاحب مضمون کو پڑھا کرتے ۔ پڑھنے کے طریقوں کی مشق کیا کرتے اور ان کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ پڑھنے کے طریق و بیان میں کوئی جدّت پیدا کریں۔ جس سے سامعین زیادہ سے زیادہ متاثر ہوسکیں ۔ آیات قرآنی، احادیث یا عربی الفاظ و فقرات کو ازبر کرنے کی کوشش کیا کرتے ۔ قدرت نے خواجہ صاحب کو جہاں اردو خوانی میں خاص ملکہ دیا تھا وہاں آیات قرآنی کی تلاوت میں باوجود کوشش کے بہت کچھ خامی پائی جاتی تھی ۔ جسے خواجہ صاحب محنت و شوق کے باوجود پورا کرنے سے قاصر تھے (اسی عرصہ میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب بیماری کے باوجود لاہور تشریف لے آئے ۔ اور حضرت اقدس ...... کی خواہش کے مطابق مضمون پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا ۔ اور جسے نہایت فصاحت، بڑی نفاست اور عمدگی سے پیش کیا ۔ ناقل)

(۹)

جلسہ سے چند ہی روز قبل اللہ تعالیٰ نے حضور کو الہاماً اس مضمون کے متعلق بشارت دی کہ "یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا" اور اس کی مقبولیت دلوں میں گھر کر جائے گی ۔ اور یہ کہ یہ امر بطور ایک نشان صداقت ہوگا ۔ چنانچہ حضور پُرنور نے ۲۱۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ایک اشتہار بعنوان "سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری" لکھ کر کاتب کے حوالہ کیا اور مجھ ناچیز کو یاد فرما کر یہ اعزاز بخشا اور فرمایا کہ

> "میاں عبدالرحمٰن ! اس اشتہار کو چھپوا کر خود لاہور لے جاؤ ۔ اور خواجہ صاحب کو (جو کہ ایک ہی روز پہلے انتظامات جلسہ کے لئے لاہور بھیجے گئے تھے) پہنچا کر ہماری طرف سے تاکید کر دینا کہ اس کی خوب اشاعت کریں ۔ ضرورت ہو تو وہیں اور چھپوا لیں ۔ ہماری طرف سے ان کو خوب اچھی طرح تاکید کر نا کیونکہ وہ بعض

اوقات ڈر جایا کرتے ہیں۔ بار بار اور زور سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ لوگوں کی مخالفت کا خیال اس کام میں ہرگز روک نہ بنے۔ یہ انسانی کام نہیں کہ کسی کے روکے رُک جائے گا۔ بلکہ خدا کا کام ہے جو ہر حال پورا ہو کر رہے گا۔"

(۱۰)

اشتہار قریباً آدھی رات کو تیار ہوا اور مَیں اسی وقت لے کر پیدل بٹالہ کو روانہ ہوگیا۔ ۲۲۔دسمبر ۱۸۹۶ء کی دوپہر کے قریب لاہور پہنچا۔ جناب خواجہ صاحب اس زمانہ میں لاہور کی مشہور مسجد "مسجد وزیر خاں" کے عقب کی ایک تنگ سی گلی میں رہا کرتے تھے جہاں مَیں ان کو تلاش کر کے جا ملا اور اشتہارات کا بنڈل اور حضور کا حکم کھول کھول کر سُنا دیا بلکہ بار بار دہرا بھی دیا۔ خواجہ صاحب نے بنڈل اشتہارات کا کھولا اور مضمون اشتہار پڑھا اور مَیں نے دیکھا کہ چہرہ ان کا بجائے بشاشت اور خوشی ہونے کے افسردہ و اُداس سا ہوگیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔

"میاں! حضرت کو کیا علم کہ ہمیں یہاں کن مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے اور مخالفت کا کتنا زور ہے۔ ان حالات میں اگر یہ اشتہار شائع کیا گیا تو یہ تو ایک تودہ بارود میں چنگاری کا کام دے گا۔ اور عجب نہیں کہ نفس جلسہ کا انعقاد ہی ناممکن ہو جائے۔ موقع پر موجودگی اور حالات کی پیچیدگی سے آخر ہم پر بھی کوئی ذمہ داری آتی ہے۔ اچھا جو خدا کرائے انشاء اللہ کریں گے۔"

آخر بہت سوچ بچار، صلاح مشوروں اور اونچ نیچ، اُتار چڑھاؤ کی دیکھ بھال کے بعد دوسری یا تیسری رات کے اندھیروں میں بعض غیر معروف مقامات پر چند اشتہار چسپاں کرائے۔ جن کا عدم و وجود یکساں تھا۔ کیونکہ غیر معروف مقامات کے علاوہ وہ اشتہار اتنے اونچے لگائے گئے تھے کہ اوّل تو کوئی دیکھے ہی نہیں اور اگر دیکھ پائے تو پڑھ ہی نہ سکے۔

(۱۱)

مَیں نے دیکھا اور سُنا بھی کہ سیدنا حضرت اقدس مضمون کا جو حصہ خواجہ صاحب قادیان سے اپنے ساتھ لاہور لاتے تھے اس کا مطالعہ اور آیات قرآنی کی تلاوت کی مشق کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ خواجہ صاحب کے لاہور چلے آنے کے بعد جو جو حصہ مضمون تیار ہوتا جاتا اس کی نقل ان کو لاہور پہنچائی جاتی رہی اور یہ سلسلہ ۲۵۔دسمبر ۱۸۹۶ء کی شام تک جاری رہا۔ یا شاید ۲۶۔دسمبر کی رات تک بھی۔

(۱۲)

جلسہ خدا کے فضل سے ہوا۔ بہتر جگہ اور بہتر انتظام کے ماتحت ہوا۔ اور واقعی سخت مخالفتوں کے طوفان اور مشکلات کی کٹھن اور خطرناک گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد ہوا۔ بڑی بڑی روکیں کھڑی کی گئیں۔ طرح طرح کے حیلے اور باریک در باریک چالیں چلی گئیں۔ مگر بالآخر ہنود و یہود اور ان کے معاون و مددگاروں کا خیبری قلعہ ٹوٹا اور بعینہ وہی ہوا جس کا نقشہ "الہام الٰہی" "اللہ اکبر خربت خیبر" میں بیان ہوا تھا۔ دشمنوں نے ٹاؤن ہال نہ لینے دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بہتر سامان کر دیا۔ اور اسلامیہ ہائی سکول اندرون شیرانوالہ دروازہ کی وسیع اور دو منزلہ عمارت، لمبے چوڑے صحن، بڑے بڑے کمروں۔ ہال کمرہ و گیلریوں کو ملا کر ایک بڑی عظیم الشان عمارت جو ایک بڑے اجتماع کے لئے کافی اور موزوں تھی خدا نے دلا دی۔ ۲۶۔ دسمبر کا روز جلسہ کا پہلا دن تھا۔ حاضری حوصلہ افزا نہ تھی۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک ...... کے مضمون کے لئے ۲۷۔ دسمبر کا دن اور ڈیڑھ بجے دوپہر کا وقت مقرر تھا۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ اور اس کے خاص فضل کا نتیجہ تھا کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب .... وفور عشق و محبت سے بے تاب ہو کر والہانہ رنگ میں وقت سے پہلے لاہور پہنچ گئے۔ جن کی تشریف آوری سے ہم لوگوں کے لئے خاص تسکین اور خوشی کے سامان اللہ تعالیٰ نے بہم پہنچا دیئے۔

(۱۳)

حالات کی ناموافقت، جوش مخالفت اور قسما قسم کی مشکلات نیز وقت کی ناموزونیت کے باعث خطرہ تھا اور فکر دامن گیر کہ جلسہ شاید حسب دلخواہ بارونق نہ ہو سکے گا۔ مگر شانِ ایزدی کہ خلق خدا یوں کھچی چلی آ رہی تھی کہ جیسے فرشتوں کی فوج دھکیلے لا رہی ہو۔ اور ان کی تحریک کا اتنا گہرا اثر ہوا جس سے مخلوق کے دل بدل گئے۔ اور ان کے قلوب میں بجائے عداوت و نفرت کے عشق و محبت بھر گئی۔ مخالفوں کی مخالفت نے کھاد کا کام دیا اور روکنے اور مخالفت کرنے والوں کے غوغا نے لوگوں کی توجہ کو اس طرف پھیر دیا۔ لوگ کشاں کشاں تیز قدم ہو ہو کر جلسہ گاہ کی طرف بڑھے اور ہوتے ہوتے آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ صحن اور اس کے تمام بغلی کمرے اور ہال بھر گیا۔ اوپر کی گیلریوں میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اور ہجوم اس قدر بڑھا کہ گنجائش نکالنے کو سمٹنا اور سکڑنا پڑا۔ دسمبر کی تعطیلات کی وجہ سے جا بجا جلسے، کانفرنسیں اور میٹنگیں ہو رہی تھیں۔ لوگوں کی مصروفیات ان کے دنیوی کاموں میں انہماک اور مادی فوائد کے حصول کی مساعی کی موجودگی میں ایک خالص مذہبی

جلسہ اور کانفرنس میں اس کثرت ہجوم کو دیکھنے والا ہر کس و ناکس اس منظر سے متاثر ہو کر اس حاضری و کامیابی کو غیر معمولی، خاص اور خدائی تحریک و تصرف کا نتیجہ کہنے پر مجبور تھا۔ اور نہ کسی ہندو کو اس سے انکار تھا، نہ ہی سکھ اور آریہ سماجی کو۔ نہ مسلمان کو اس سے اختلاف تھا۔ عیسائی، یہودی یا دیو سماجی کو بلکہ ہر فرقہ و طبقہ کے لوگ آج کے اس خارق عادات جذب اور بے نظیر کشش سے متاثر اور دل ان کے سچ مچ مرعوب ہو کر نرم تھے۔ دیکھنے اور سننے میں فرق ہوتا ہے۔ اس تقریب کی تصویر الفاظ میں ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ وہ اجتماع اپنے ماحول کے باعث یقیناً عظیم الشان، بے نظیر اور لاریب غیر معمولی تھا۔

(۱۴)

مضمون کا شروع ہونا تھا کہ لوگ بے اختیار جھومنے لگے اور ان کی زبانوں پر بے ساختہ سبحان اللہ اور سبحان اللہ کے کلمات جاری ہو گئے۔ سنا ہوا تھا کہ علم توجہ اور مسمریزم کے ساتھ ایک معمول سے تو یہ کچھ ممکن ہو جاتا ہے مگر ہزاروں کے ایسے مجمع پر جس میں مختلف قویٰ، عقائد اور خیال کے لوگ جمع تھے اس کیفیت کا پیدا ہو جانا یقیناً خارق عادت اور معجزانہ تاثیر کا نتیجہ تھا۔ یہ درست ہے کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کو قرآن کریم سے ایک عشق تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز میں بھی لحن داؤدی کی جھلک پیدا کر رکھی تھی۔ نیز وہ ان آیات و مضامین کے ربط اور حقائق سے متاثر ہو کر جس رقت، سوز اور جوش سے تلاوت فرماتے، آپ کا وہ پڑھنا آپ کی قلبی کیفیات اور لذت و سرور کے ساتھ مل کر سامعین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتا تھا۔ مگر اس مجلس کی کیفیت بالکل ہی نرالی تھی۔ اور کچھ ایسا سماں بندھا کہ اوّل تا آخر آیات قرآنی کیا اور ان کی تشریح و تفسیر کیا، سارا ہی مضمون کچھ ایسا فصیح، بلیغ، مؤثر اور دلچسپ تھا کہ نہ مولانا موصوف کے لہجہ میں فرق آیا نہ جوش و لذت ہی پھیکے پڑے۔ معارف کی فراوانی کے ساتھ عبارت کی سلاست و روانی اور مضمون کو خوبی و ثقاہت نے حاضرین کو کچھ ایسا از خود رفتہ بنا دیا جیسے کوئی مسحور ہو۔ میں نے کانوں سنا کہ ہندو اور سکھ بلکہ کٹر آریہ سماجی اور عیسائی تک بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ پکار رہے تھے۔ ہزاروں انسانوں کا یہ مجمع اس طرح بے حس و حرکت بیٹھا تھا جیسے کوئی بت بے جان ہوں، اور ان کے سروں پر اگر پرندے بھی آن بیٹھتے تو تعجب کی بات نہ تھی۔ مضمون کی روحانی کیفیت دلوں پر حاوی تھی۔ اور اس کے پڑھنے کی گونج کے سوا سانس تک لینے کی آواز نہ آتی تھی۔ حتیٰ کہ قدرت خداوندی سے اس وقت جانور تک خاموش تھے۔ اور مضمون کے مقناطیسی اثر میں کوئی خارجی آواز رخنہ انداز نہیں ہو رہی تھی۔ کم و بیش متواتر دو گھنٹے یہی کیفیت رہی۔

افسوس کہ میں اس کیفیت کے اظہار کے قابل نہیں۔ کاش میں اس لائق ہوتا کہ جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا اس کے عکس کا عشر عشیر ہی بیان کر سکتا۔ جس سے اس علمی معجزہ و نشان کی عظمت دنیا پر واضح ہو کر خلق خدا کے کان حق کے سننے کو اور دل اس کے قبول کرنے کو آمادہ و تیار ہوتے۔ جس سے دنیا جہان کے گناہ، معاصی اور غفلتیں دور ہو کر ہزاروں انسان قبول حق کی توفیق پاتے۔

(۱۵)

ساڑھے تین بج گئے۔ وقت ختم ہو گیا۔ جس کی وجہ سے چند منٹ کے لئے اس پُر لذت و سرور کیفیت میں وقفہ ہوا۔ اگلا نصف گھنٹہ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کے مضمون کے لئے تھا انہوں نے جلدی سے کھڑے ہو کر پبلک کے اس تقاضا کو کہ "یہی مضمون جاری رکھا جائے"، نیز "کسی اور کی جگہ اسی مضمون کو وقت دیا جائے"، "اس مضمون کو مکمل اور پورا کیا جائے۔" اپنا وقت دے کر پورا کر دیا۔ بلکہ اعلان کیا کہ "میں اپنا وقت اور اپنی خواہش اس قیمتی مضمون پر قربان کرتا ہوں۔" چنانچہ پھر وہی پیاری، مرغوب اور دلکش و دلنشین داستان شروع ہوئی، اور پھر وہی سماں بندھ گیا۔ چار بج گئے مگر مضمون ابھی باقی تھا اور پیاس لوگوں کی بجائے کم ہونے کے بڑھتی جا رہی تھی۔ سامعین کے اصرار اور خود منتظمین کی دلچسپی کی وجہ سے مضمون پڑھا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ساڑھے پانچ بج گئے۔ رات کے اندھیرے نے اپنی سیاہ چادر پھیلانی شروع کر دی اور اس طرح مجبوراً یہ نہایت ہی میٹھی اور پُر معرفت اور مسرت بخش مجلس اختتام کو پہنچی اور بقیہ مضمون ۲۹۔ دسمبر کے لئے ملتوی کیا گیا۔

کوئی دل نہ تھا جو اس لذت و سرور کو محسوس نہ کرتا ہو۔ کوئی زبان نہ تھی جو اس کی خوبی و برتری کا اقرار و اعتراف نہ کرتی اور اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نہ تھی۔ کوئی اپنے حال اور قال سے اقرار و اعتراف کر رہا تھا۔ کہ واقعی یہ مضمون سب پر غالب رہا۔ اور اپنی بلندی، لطافت اور خوبی کے باعث اس جلسہ کی زینت و روح رواں ہے اور جلسہ کی کامیابی کا ضامن ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ ہم نے اپنے کانوں سنا۔ اور آنکھوں دیکھا کہ کئی ہندو اور سکھ صاحبان مسلمانوں کو گلے لگا لگا کر کہہ رہے تھے کہ

"اگر یہی قرآن کی تعلیم اور یہی (دین حق) ہے جو آج مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہے تو ہم لوگ آج نہیں کل اس کو قبول کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اور اگر مرزا صاحب کے اس قسم کے ایک دو اور مضمون سنائے گئے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ (دین حق) ہی ہمارا مذہب ہوگا۔"

(۱۶)

آج کا جلسہ ۲۷۔ دسمبر برخاست ہو گیا۔ لوگ گھروں کو جا رہے تھے۔ جلسہ گاہ کے دروازہ پر میں

نے دیکھا کہ اس کے دونوں طرف دو آدمی کھڑے سیدنا حضرت اقدس ...... کا وہی اشتہار تقسیم کر رہے تھے جو حضور پُرنُور نے میرے ہاتھ خاص تاکیدی احکام کے ساتھ بھجوایا تھا۔ تاکہ معروف مقامات پر چسپاں کیا جائے۔ اور جلسہ سے پہلے ہی پہلے کثرت سے شائع کیا جائے۔ بلکہ یہ بھی تاکید تھی کہ یہ تھوڑا ہے۔ ضرورت کے مطابق لاہور ہی میں اور طبع کرا لیا جائے تاکہ قبل از وقت اشاعت سے اس خدائی نشان کی عظمت کا اظہار ہو۔ جس سے سعید روحیں قبول حق کے لئے تیار ہوں مگر ہوا یہ کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے خوف کھانے کی وجہ سے پہلے دنیا جہان نے خدائی نشان کی عظمت کا مشاہدہ کیا اور اس کے غلبہ کا اقرار و اعتراف اور بعد میں ان کو وہ اشتہار پہنچایا گیا۔ جو کئی روز قبل چھاپا اور اچھی طرح شائع کرنے کو بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ جب سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک ...... کو خواجہ صاحب کی اس کمزوری و کوتاہی کا علم ہوا تو حضور پُرنُور بہت خفا ہوئے اور کئی دن تک ...... جب بھی اس نشان الٰہی کا ذکر ہوا کرتا یا بیرونجات سے اس کامیابی کے متعلق رپوٹیں ملتیں۔ ساتھ ہی خواجہ صاحب کی اس کمزوری پر اظہار سننے میں آیا کرتا تھا۔ مضمون کی قبولیت اور پبلک کے اصرار و تقاضا سے متاثر ہو کر مینیجنگ کمیٹی کا اجلاس خاص منعقد ہوا۔ اور اس میں یہ قرار داد پاس کی گئی کہ حضرت مرزا صاحب کے مضمون کی تکمیل کے لئے مجلس اپنے پروگرام میں ایک دن بڑھا کر ۲۹۔ دسمبر کا چوتھا دن شامل کرتی ہے۔

حضور کے مضمون کی غیر معمولی قبولیت غیروں کو کب بھاتی تھی؟ مولوی محمد عبداللہ صاحب نے ایزادی وقت کی اس خصوصیت اور اہمیت کو کم کرنے کے لئے کوشش کر کے اپنے لئے بھی وقت بڑھائے جانے کی خواہش کی۔ چنانچہ نصف گھنٹہ ان کے لئے بھی بڑھا دیا گیا۔ مگر دوسرے روز خود تشریف ہی نہ لائے۔ اور اپنا وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے لئے وقف کر دیا۔ جس کی وجہ ظاہر ہے عیاں را چہ بیاں۔ مگر خدا کی شان حاضری اتنی حوصلہ شکن تھی کہ جلسہ گاہ کے بھر جانے کے انتظار ہی انتظار میں وقت گزرنے لگا۔ نہ مجلس کل کی طرح پُر رونق ہو نہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کھڑے ہوں۔ آخر بہت انتظار کے باوجود جب وہ خواہش پوری ہوتی نظر نہ آئی تو بادل ناخواستہ مجبوراً کھڑے ہوئے اور جو کچھ لکھا تھا پڑھ دیا۔ اور زیادہ وقت لینے کے باوجود نہ خود خوش ہوئے نہ پبلک نے کوئی داد دی۔

(۱۷)

۲۹۔ دسمبر کی صبح کو ساڑھے نو بجے کارروائی جلسہ شروع ہونے والی تھی۔ دسمبر کا اخیر، سردی کی شدّت اور وقت اتنا سویرے کا تھا کہ لوگ ضرورت سے فراغت پا سکیں تو درکنار، اتنی سویرے تو عام طور پر شہروں کے لوگ جاگنے کے عادی نہیں ہوتے۔ فکر تھی، اندیشہ تھا کہ شاید حاضری بہت ہی

کم رہے گی۔ اور اس طرح آج وہ لطف شائد نصیب نہ ہوگا۔ مگر خدا کے کام اپنے اندر ایک غیر معمولی جذب اور مقناطیسی کشش رکھتے ہیں۔ جسے کوئی طاقت روک ہی نہیں سکتی۔ انسان اگر غفلت و سستی دکھائیں تو وہ فرشتوں سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ سویرے ہی سویرے ٹھٹھرتے ہوئے اور سردی سے سمٹتے اور سکڑتے ہوئے خلق خدا جھنڈ کے جھنڈ اور جوق در جوق اس کثرت اور تیزی سے آئی کہ ستائیس کی دوپہر بعد کا نظارہ بھی مات پڑ گیا۔ اور جلسہ نہایت شوکت اور عظمت اور خیر و خوبی سے جاری ساری اور پھر نہایت کامیابی و کامرانی سے اختتام پذیر ہوا۔ اور اس طرح حضور پُر نُور کا مضمون دنیا جہان پر علیٰ رغم انوف الاعداء اپنے غلبہ، خوبی، کامیابی اور عظمت و حقانیت کا سکہ بٹھا کر علمی دنیا کے لئے ہمیشہ قائم رہنے والا نشان بن کر آسمان دنیا پر سورج اور چاند کی طرح چمکنے لگا۔ دوست تو درکنار دشمن بھی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اپنے اور بیگانے، پبلک اور منتظمین غرض ہر شعبہ میں اسی مضمون کا چرچا اور زبانوں پر حق جاری تھا۔ اخبارات نے مکالے لکھے۔ اور اس صداقت کا اقرار و اعتراف کیا۔ منتظمہ کمیٹی نے اپنی طرف سے اس اقرار کو رپورٹ متعلقہ میں درج کر کے اظہار حقیقت کیا۔ سچ ہے چڑھے چاند چھپے نہیں رہ سکتے۔ اور اس کا انکار بیوقوفی اور شب کوری کی دلیل ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت اپنے مقدس و مقبول بندے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود ...... کے ذریعہ جو کچھ فرما دیا تھا وہ ہو کر رہا۔ خدا کی بات پوری ہوئی اور دنیا کی کوئی طاقت، کوئی تدبیر، کوئی مکر اور حیلہ خدائی کلام کے پورا ہونے میں روک نہ بن سکا۔

(۱۸)

رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب شائع ہوئی۔ اور منتظمہ کمیٹی جس کے اراکین ہر مذہب و ملت کے ممبر اور اپنے طبقہ کے ذمہ دار لوگ تھے، کی طرف سے اس کے خرچ و صرف سے شائع ہوئی۔ تمام وہ مضامین جو اس جلسہ میں پڑھے گئے یا اس کے واسطے لکھے گئے۔ اس میں من و عن درج کئے گئے تاکہ دنیا اس مذہبی دنگل اور میدان مقابلہ میں آنے والے سبھی کو یکجا دیکھ کر غور اور فیصلہ کر سکے۔ نیز حق و باطل میں تمیز کر سکے مگر حقیقت یہ ہے کہ تا ابد امور قرآن کریم کی عظمت، (دین) کی حقانیت، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود ...... کے خدا کے مقرب و مقبول بندے اور اس کے بلائے بولنے والے اور اس .... کے لئے بطور شاہد قائم دائم رہیں۔

حضور پُر نُور کا یہی وہ مضمون ہے جو اردو میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے اور انگریزی میں "ٹیچنگز آف اسلام" کے سرنامہ و عنوان کے ماتحت بارہا ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شائع

ہو کر دنیا جہان کی روحانی لذت و سرور کے سامان اور ہدایت کے راستے آسان کرتا اور نہ صرف یہی بلکہ دنیا کی کئی اور زبانوں میں بھی چھپ کر شائع ہوتا چلا آرہا ہے۔

(۱۹)

یہ رپورٹ شائع ہوئی اور خدا کی خدائی گواہ ہے کہ ہزار ہا انسانوں نے جو کچھ جلسہ میں دیکھا اور سنا تھا وہی کچھ رپورٹ میں درج ہوا۔ وہی مضامین جو نمائندگان مذاہب نے لکھے اور سنائے اور پھر انہوں نے اصل یا نقل منتظمہ کمیٹی کے حوالے کی۔ ٹھیک ٹھیک اور بالکل وہی اور بعینہٖ طبع ہوئے تھے۔ مگر کیا کہا جائے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اور ان کی عقل و دانش کو کہ انہوں نے رپورٹ کی اشاعت پر یہ واویلا شروع کر دیا کہ ان کے نام سے جو مضمون اس میں طبع کر دیا گیا ہے وہ درحقیقت ان کا ہے ہی نہیں۔ مولوی صاحب کی غرض و غایت اس الزام تراشی سے ظاہر ہے کہ مقابلہ میں شکست کی ذلت کو چھپانا تھی۔ حالانکہ ان کی یہ حرکت عذر گناہ بدتر از گناہ اور اپنے ہاتھوں اپنی خاک اڑانے کے مترادف تھی۔ یہ امر منتظمین سے پوشیدہ نہ تھا۔ منتظمین نے مولوی صاحب کے اس واویلا اور غوغا کو درخور اعتناء ہی نہ سمجھا۔

اس طرح مولوی صاحب کی پردہ داری کی بجائے اور بھی زیادہ پردہ دری ہوئی۔ ورنہ اگر حقیقت یہی تھی جس کا ان کو گلہ تھا تو کیوں نہ اپنا اصل مضمون شائع کر کے منتظمین کے اس فریب اور دھوکہ کو اظہر من الشمس کر دکھایا۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

(۲۰)

سوامی شوگن چندر صاحب جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان نشان صداقت کے اظہار کے سامان پیدا کئے۔ جلسہ کی تمام تر کارروائی کے دوران میں اور پھر رپورٹ کی اشاعت تک تو ملتے ملاتے اور آتے جاتے رہے پھر نہ معلوم وہ کیا ہوئے اور کہاں چلے گئے۔ گویا خدائی قدرت کا ہاتھ انہیں اس خدمت کی غرض سے قادیان لایا تھا۔ اور پھر پہلے کی طرح غائب ہو گئے۔

حضرت منشی جلال الدین صاحب بلانوی اور حضرت پیر جی سراج الحق صاحب نعمانی ...... دونوں بزرگوں کے ہاتھ کا نقل کردہ حضرت اقدس کا وہ مضمون جس پر سے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اس جلسہ میں پڑھ کر سنایا تھا۔ آج تک میرے پاس محفوظ ہے مگر چونکہ اس مقدس اور قیمتی امانت کی حفاظت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں لہٰذا قومی امانت سمجھ کر اس کو ...... حضرت صاحبزادہ عالی مقام

مرزا بشیر احمد صاحب سلمہٗ ربہ کے سپرد کرتا ہوں ۔ جو ایسے کاموں کے احق اور اہل ہیں ۔ تاکہ قائم ہونے والے قومی میوزیم میں رکھ کر اس کو آنے والی نسلوں کے ایمان و ایقان کی مضبوطی و زیادتی عرفان میں ترقی کا ذریعہ بنا سکیں ۔ فقط

عبد الرحمن قادیانی

۲۰ جولائی ۱۹۴۲ء (حاشیہ ۵۶)

مکرم و محترم مہتہ شیخ بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی سلمکم اللہ تعالیٰ

بر تعمیل ارشاد روایات متعلقہ جلسہ مہوتسو رجسٹر نمبر ۱۱۴ صفحہ ۱۷۸ کتب خانہ صدر انجمن احمدیہ نقل کر کے حاضر خدمت ہیں ۔ اصل کاغذات متعلقہ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۴۶ء کو ریل گاڑی میں گم ہو گئے ہیں ۔

(۱۵) جلسہ مہوتسو سوامی شوگن چندر کے اشتہار جو (محمد الدین ۴۶-۶-۲۳) بمقام لاہور منعقد ہوا تھا ۔ سوامی شوگن چندر رسالہ فوجی میں ہیڈ کلرک تھا اور منشی (مرزا) جلال الدین صاحب (کا) ہمنشین اور صحبت یافتہ تھا ۔ منشی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے عیال و اطفال فوت ہو گئے اس لئے نوکری چھوڑ کر فقیر بن گیا ۔

(۱۶) جلسہ کا مضمون (اسلامی اصول کی فلاسفی) پڑھے جانے سے پہلے مخفی رکھا گیا تھا ۔ حضرت صاحب نے منشی جلال الدین صاحب ..... کو اس کی کاپی لکھنے پر مامور فرمایا ۔ اور فرمایا کہ منشی صاحب کا خط مابلقرء ہوتا ہے ۔ اس لئے آپ ہی اس کو لکھیں ۔ چنانچہ منشی صاحب نے وہ مضمون اپنی قلم سے لکھا ۔

(۱۷) منشی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے اس مضمون کی سطر سطر پر دعا کی ہے ۔

(۱۸) مضمون کے لکھے جانے اور پڑھے جانے کے وقت مولوی عبد الکریم صاحب .... بیمار تھے ۔ اس لئے مضمون پڑھنے کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب کو تیار کیا جا رہا تھا ۔ لیکن خواجہ صاحب انگریزی خواں تھے ۔ قرآن شریف عربی لہجہ میں پڑھ نہ سکتے تھے ۔ آخر وقت پر مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھ کر جلسہ پر لاہور میں سنایا ۔

(۱۹) میں محمد دین جلسہ پر حاضر نہیں ہو سکا تھا ۔ میرے حلقہ پٹوار میں (تین چار حصہ میں تقسیم

تھی) چھ سات امسلہ تقسیم زیر کار تھیں جن کی وجہ سے مجھے رخصت نہ مل سکی۔ اس لئے منشی جلال الدین صاحب حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے سنایا کہ اللہ تعالیٰ کی تائید معجزانہ رنگ میں ہوئی۔ سردی کے موسم کے باوجود کسی شخص کو کھانسی یا چھینک نہ آئی۔ ہمہ تن گوش ہو کر لوگوں نے سنا۔ آخر سکھوں نے مسلمانوں کو جپھا مار کر اٹھایا اور پیار کیا دبی دیں۔ اور کہا کہ

"جے کدے مرزا ایہو جیہا اک مضمون ہور دوُ۔ تاں مسلمان ہی ہونا پیؤ ر"

(یعنی اگر مرزا ایسا ہی مضمون اور دیوے گا تو ہم کو مسلمان ہی ہونا پڑے گا) نیز منشی صاحب نے فرمایا کہ جانور یعنی پرندوں پر بھی الٰہی تصرف تھا کہ چڑیا تک کی بھی کوئی آواز سنائی نہ دی۔

محمد الدین ۴۶-۶-۲۳

(۲۰) حضرت صاحب نے اس مضمون کے متعلق ماہ اگست ۱۸۹۶ء یعنی جلسہ سے چار ماہ قبل اشتہار دیا۔

"غربت غیبر۔ بالا رائے۔ سب پر غالب آئے گا"

الہامات شائع کئے۔ لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب نے تشہیر بعد میں کی جس پر حضرت صاحب ناراض ہوئے۔

(۲۱) اشتہار مذکور منشی جلال الدین نے اپنے ایک دوست اور ہم عصر سردار بہادر مردان علی خاں رسالدار میجر پنشنر رسالہ نمبر ۱۲ ساکن ۔ ...... کو دیا۔ اور (دعوت الی اللہ) بھی کی۔ جب پیشگوئیوں کے وقوع اور مضمون کی کامیابی سردار مردان علی خان نے پڑھی تو کہا "ہن مرزے دی چڑھ بھی" کہ اب مرزا لوگوں پر اپنا غلبہ بڑھ چڑھ کر پیش کرے گا۔ اور لوگ حجت ملزمہ (کے ...) آگے سرنگوں ہو جائیں گے۔

نقل مطابق اصل ہے ۴۶-۲۵-۶-۲۳ محمد الدین بقلم خود

اشتہار تبلیغ رسالت حصہ پنجم ص۷۹-۷۷ کے حاشیہ میں سوامی شوگن چندر کے اشتہار کا ذکر ہے۔ جو غالباً اگست ۹۶ء میں سوامی صاحب نے مشتہر کیا تھا۔

۲۵-۴۶-۶-۲۲۔ محمد الدین (حاشیہ ۵۷)

(یعنی ۱۳۲۵ ہش۔ مؤلف)

انتخاب

نظم

جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۱۸۹۶ء میں سردار جواہر سنگھ موڈریٹر کی افتتاحی تقریر کے بعد جناب میر ناصر نواب صاحب نبیرہ خواجہ میر درد نے ایک طویل نظم پڑھی ۔

سب حمد خدا کو ہے مسلّم ٭ ہے ذات میں سب سے جو مقدّم

یہ نظم کمیٹی کی تحریک پر اغراضِ جلسہ کے مدنظر لکھی گئی تھی ۔ اس نظم سے انتخاب ہدیہ قارئین دیا جارہا ہے ۔

◎

آزادی کا آگیا زمانہ ٭ بھاگے وہ خیال جاہلانہ
شائستہ بنے ہیں آج لوگ ٭ اور دُور ہوئے ہزار روگ
تحقیق کی کھُل گئی راہیں ٭ دُنیا کو ملیں بہت پناہیں
اظہار کا حق کے وقت آیا ٭ ہے جوش میں اپنا اور پرایا
ہر فرقہ کے آدمی اکٹھے ٭ کس شوق سے ایک جا ہیں بیٹھے
سب اپنے ہُنر کا کریں گے اظہار ٭ ہر دین کے آئیں گے مددگار
تہذیب سے ہوگی گفتگو یاں ٭ ہر دین کی ہوگی جستجو یاں
دعویٰ پر دلیل لائی ہوگی ٭ ورنہ وہ فقط کہانی ہوگی

جو بولے کتاب سے وہ بولے ⁂ کچھ اپنی طرف سے لب نہ کھولے
دے اپنی کتاب کا حوالہ ⁂ سمجھے جسے حُکم وہ خدا کا
ہے وقت عجب بہار کا آج ⁂ آوے گا نظر یہاں خدا آج
اس جلسہ میں جو کوئی نہ آیا ⁂ اور اپنا بیان کچھ نہ لایا
فرقے کو کیا ذلیل اس نے ⁂ جب کوئی نہ دی دلیل اس نے
یہ خاص نہیں کسی کا جلسہ ⁂ مل جل کے کیا ہے سب نے میلہ
یہاں طالبِ حق ہوئے ہیں سب جمع ⁂ پھر دیکھئے یار ہوویں کب جمع
جو اس سے ہٹا وہ حق سے بھاگا ⁂ منظور نہ ہوگا عذر اس کا

اے ناصر دلفگار خاموش
کر بند زبان، کھول اب گوش

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صـ ۸ تا ۱۸)

سیّدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں: "میں تمہیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں مفتری نہیں ہوں بلکہ وہی ہوں جس کا وعدہ نبیوں کی زبانی ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے وہی مسیح موعود ہوں جو چودھویں صدی میں آنے والا تھا۔ اور جو مہدی بھی ہے۔ مجھے وہی قبول کرتا ہے جس کو خدا تعالےٰ اپنے فضل سے دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے۔ اور یہ جماعت اب دن بدن بڑھ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ بڑھے۔ پس یہ بڑھے گی اور ضرور بڑھے گی۔"

(ملفوظات جلد ۸ صـ ۱۴۶)

جلسۂ اعظم مذاہب عالم کا پس منظر اور اس کی مختصر روئیداد

سیّدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مضمون غالب آنے کی خوشخبری

الہام الٰہی سے خبر پاکر قبل از وقت اشتہار کی اشاعت

محترم امین الرحمٰن صاحب شاہد

"مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا......... میں نے عالم کشف میں......... دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھ پر بھی اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا۔ اللہ اکبر خربت خیبر۔"

(حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود...... کے جلسہ اعظم مذاہب عالم میں پڑھے جانے والے مضمون کا پس منظر کیا تھا۔ اور اس مضمون کو کتنی شاندار مقبولیت حاصل ہوئی۔ محترم امین الرحمٰن صاحب شاہد جامعہ احمدیہ نے اپنے مقالہ میں ان حقائق کو پیش کیا ہے۔ یہ مضمون ۲۳۔ مارچ ۱۹۹۶ء کو "یوم مسیح موعود" کے سلسلہ میں جامعہ احمدیہ میں پڑھا گیا۔ جسے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

آخری زمانہ میں مسیح موعود اور مہدی مسعود کے ذریعہ غلبۂ دین حق مقدر تھا۔ قرآن و حدیث میں واضح طور پر اس غلبہ اور ترقی کی طرف اشارات وشواہد موجود ہیں۔ سورۃ الصف میں غلبۂ دین حق کا ذکر یوں فرمایا گیا۔

"هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔" (آیت : ۱۰)

وہی ذات باری تعالیٰ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ اس بات کو مشرک ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

مفسرین نے دیگر مذاہب پر دین حق کا غلبہ مسیح موعود اور مہدی آخر الزمان کے ساتھ وابستہ قرار دیا ہے۔ احادیث میں بھی بالصراحت اس غلبہ کو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے اور اسی مبارک وجود کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مسیح موعود اور مہدی آخر الزمان کے اس مقدس اور مبارک منصب پر اللہ تعالیٰ نے فائز فرمایا۔ اور آسمانی نوشتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دینِ حق کی شوکت اور قرآن کریم کی عظمت و فوقیت کو ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ تاہم اس غلبہ کی تکمیل کا عرصہ تین سو سال بیان کیا گیا تھا۔ مگر جہاں تک دینِ حق کی شان و شوکت اور غلبہ کا آغاز ہے اس کی ابتداء سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ..... کے دعویٰ ماموریت سے ہی ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان اور ذرائع پیدا فرما دئے جن کے نتیجہ میں غلبہ و صداقت کی روشنی ایک اٹل حقیقت بن کر چار دانگ عالم میں پھیلنی شروع ہوئی۔ آپ کے دعویٰ ماموریت کی دوسری دہائی میں جلسہ اعظم مذاہب عالم (جلسہ مہوتسو) کا لاہور میں انعقاد ہوا۔ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں آپ کے لیکچر کی شاندار کامیابی اور غلبہ کی مسلمہ حیثیت نے دینِ حق کی برتری اور فوقیت اور قرآنی عظمت کو ثابت کر دیا۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تحقیق مذاہب کیلئے دعوت:۔

سیدنا حضرت مسیح موعود..... تمام بنی نوع انسان کو توحید کے شیریں چشمہ پر تمام اقوام و ملل کو اکٹھا کرنے کے لئے دن رات کوشاں تھے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے آپ نے ۲۹ دسمبر ۱۸۹۵ء کو ایک اشتہار بعنوان "جلسہ تحقیقِ مذاہب" شائع کیا۔ جس میں آپ نے تمام دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے نمائندگان کو دعوت دی کہ وہ میرے خرچ پر قادیان تشریف لائیں۔ قیام و طعام کا خرچ بھی میں برداشت کروں گا۔ اور ۳۰ دن کے جلسے کا انعقاد کیا جائے۔ جس میں تقاریر کے لئے وقت تشریف لانے والے مقررین پر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اور تمام مذاہب کے نمائندگان اپنی مذہبی کتاب کی روشنی میں اپنے اپنے مذاہب کے محاسن بیان کریں۔ لیکن کسی دوسرے پر تبصرہ کی اجازت نہ ہوگی اور غرض یہ ہے کہ تمام ادیان میں سے سچے کا فیصلہ ہو جائے۔

حضور نے بڑے بڑے مذاہب کو نام لے کر مخاطب کیا لیکن مقررہ وقت مئی ۱۸۹۶ء تک کوئی مرد میدان سامنے نہ آیا۔ (خلاصہ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۹)

خدا کے مسیح کی براہ راست پکار کے مقابل کسی کو کھڑے ہونے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ لیکن خدائی تقدیر لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (انفال: ۳۸) کے مطابق تین سال قبل سے ہی اس بات کے انتظامات کر رہی تھی کہ حق و باطل آمنے سامنے ہوں اور حق روزِ روشن کی طرح سامنے آجائے۔

ہندوؤں کے ایک نمائندہ کی دعوت:۔

۱۸۹۵ء میں ہندوؤں کی کائستھ قوم کے ایک مصلح سوامی شوگن چندر کو خیال آیا کہ جب تک سارے مکاتب فکر کے لوگ اکٹھے نہ ہوں انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی ترقی کی طرف راہ نمائی کرنے والے کامل اور درست مذہب کی پہچان ناممکن ہے۔ بالآخر یہ تجویز ان کے ذہن میں آئی کہ مذہبی کانفرنس کا انعقاد ہی اس قسم کے مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسی نوعیت کا پہلا جلسہ ۱۸۹۵ء کو اجمیر میں منعقد کیا گیا اور دوسرے جلسہ کیلئے انہوں نے علوم وفنون کے مرکز لاہور کا انتخاب کیا گیا۔

سوامی شوگن چندر صاحب نے لاہور میں جلسہ کے انتظامات کے لئے وسیع پیمانے پر کوششیں شروع کر دیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جس کے صدر ماسٹر درگا پرشاد اور چیف کورٹ لاہور کے ایک ہندو پلیڈر جناب لالہ دھنپت رائے بی۔اے ایل۔ ایل۔ بی مقرر ہوئے۔

جلسے کے لئے ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کی تاریخیں مقرر کی گئیں۔ جلسہ گاہ کے لئے ابتداءً لاہور ٹاؤن ہال (حضرت مسیح موعود..... اور دیگر تاریخی تحریرات میں بعض جگہ لاہور ٹاؤن ہال کا لفظ ملتا ہے) کا انتخاب کیا گیا۔ لیکن پھر بوجوہ جلسہ گاہ کے لئے اسلامیہ ہائی سکول کا احاطہ حاصل کیا گیا۔ اور بالآخر جلسے کا انعقاد بھی یہیں ہوا۔ (کچھ تحریرات میں اسلامیہ کالج کے الفاظ ملتے ہیں لیکن جس وقت جلسہ کا انعقاد ہوا اس وقت ابھی اسلامیہ ہائی سکول ہی تھا۔ کالج کا درجہ بعد میں دیا گیا۔ اس لئے اسلامیہ ہائی سکول کا ذکر کیا گیا ہے)

جلسہ کی کارروائی کے لئے چھ ماڈریٹر صاحبان نامزد کئے گئے جن میں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب ...... بھی شامل تھے۔

ایک اہم اشتہار :- سوامی شوگن چندر صاحب نے کمیٹی کے مشورے سے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں مسلمانوں، عیسائیوں اور آریہ سماج کے نامی علماء و لیڈروں کو قسم دی کہ وہ اس جلسہ میں اپنے اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کرنے ضرور تشریف لائیں۔ سوامی صاحب کے "اشتہار واجب الاظہار" میں اعلان کیا گیا :-

"اس وقت یہ بندہ کل صاحبان مذاہب کی خدمت میں جو اپنے اپنے مذاہب کے اعلیٰ درجہ کے واعظ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے سرگرم ہیں ادب و انکسار سے گذارش کرتا ہے کہ جو جلسہ اعظم مذاہب کا بمقام اسلامیہ ہائی سکول لاہور قرار پایا ہے۔ جس کی تاریخیں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء مقرر ہو چکی ہیں۔ اس جلسہ کی اغراض یہی ہیں کہ سچے مذہب کے کمالات اور خوبیاں ایک عام مجمع مہذبین میں ظاہر ہو کر اس کی محبت دلوں میں بیٹھ جائے۔ اور اس کے دلائل اور براہین کو لوگ بخوبی سمجھ لیں اور اس طرح ہر ایک مذہب کے بزرگ واعظ کو موقع ملے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائیاں دوسروں کے دلوں میں بٹھا دے اور سننے والوں کو بھی یہ مبارک موقع حاصل ہو کہ وہ ان سب بزرگوں کے مجمع میں ہر ایک تقریر کا دوسرے کی تقریر کے ساتھ موازنہ کریں اور جہاں حق کی چمک پاویں اس کو قبول کر لیں۔ اور پھر یہ سب تقریریں ایک مجموعہ میں چھپ کر پبلک کے فائدے کے لئے اردو، انگریزی میں شائع کر دی جائیں ...."

المشتہر سوامی شوگن چندر

دھرم مہوتسو اوپدیشک - لاہور

(بحوالہ الفضل ۵ - جولائی ۱۹۵۲ء ص۵ تا ۷)

جلسہ مذاہب عالم میں شریک نمائندے :- سوامی صاحب کی دعوت پر کل دس مذاہب کے سولہ[16] نمائندوں نے اپنے اپنے مذاہب کے حق میں تقاریر کیں۔

اسلام اور سناتن دھرم کے تین تین نمائندوں۔ سکھ ازم اور آریہ سماج کے دو دو نمائندوں اور عیسائیت، تھیوسافیکل سوسائٹی۔ فری تھنکر، ہارمونیکل سوسائٹی۔ برہمو سماج کے ایک ایک نمائندے نے تقریر کی۔

اور ایک صاحب منشی امام دین صاحب نے خود وقت لے کر ایک جدید نظریہ پیش کیا کہ میں

نہ عیسائی ہوں نہ موسائی اور نہ محمدی ہوں بلکہ تینوں مذاہب کا مجموعہ ہوں۔ اور سب مذاہب میں صلح کرانے آیا ہوں۔ جین مت کے نمائندہ نے دعوت قبول کی لیکن تشریف نہ لا سکے۔

عیسائیوں نے جو اپنے آپ کو چیمپیئن قرار دیتی تھی اور فتح کے نقارے بجاتے ہوئے دین حق کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے عزم رکھتی تھی۔ سوامی صاحب کی دعوت پر انہوں نے ایک میٹنگ بلائی اور متفقہ فیصلے سے اس جلسہ میں شمولیت کرنے سے انکار کر دیا۔

شمولیت سے منکر قابلِ ذکر عیسائی شخصیات یہ تھیں۔

۱۔ ڈاکٹر یوانگ صاحب۔ پرنسپل مشن کالج

۲۔ پادری ٹنڈیل صاحب۔

۳۔ پادری ویلیٹی صاحب۔

عیسائیوں کے لئے جلسہ اعظم مذاہب ایک اچھا موقع تھا۔ کہ وہ اپنے مذہب کی صداقت پیش کرتے۔ مگر انہوں نے کسی جوش و جذبہ کا اظہار نہ کیا۔ تاہم اس انکار کے بعد ذاتی طور پر دو عیسائی لیڈروں مسٹر جان مارِیس اور مسٹر رُو نے جلسہ میں شرکت کی اور مسٹر جان مارِیس نے اظہار خیال کیا۔

جلسہ اعظم مذاہب عالم کی اغراض:۔

اس جلسہ کے پس منظر کی تفصیل میں جلسہ کے اغراض و مقاصد کا جاننا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ سیکرٹری جلسہ لالہ دھنپت رائے صاحب کے الفاظ میں جلسہ کی اغراض کچھ یوں تھیں۔

۱۔ "مذاہب کے واسطے عوام الناس میں دلچسپی پیدا کرنا۔

۲۔ مذہب کے حاصل کرنے کے واسطے سہل اور عملی طریقے پیدا کرنا۔

۳۔ مذہبی معاملات میں سہن شکتی یعنی تحمّل پیدا کرنا۔

۴۔ جسمانی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے وسائل پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔" (رپورٹ جلسۂ اعظم مذاہب صـ ۲۵۱)

جلسہ اعظم مذاہب عالم میں پیش کئے گئے سوالات:۔

ان اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل پانچ سوالات مقرر کئے گئے کہ ان سوالات کا جواب ہر مذہب کے پیرو اپنی اپنی مسلّمہ مذہبی کتاب میں سے ایک مضمون کی صورت میں اپنے مذہب کی نمائندگی میں پیش کریں۔

سوال اوّل: انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

سوال دوم : انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ ۔
سوال سوم : دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے ؟ اور وہ غرض کس طرح پوری ہوسکتی ہے ۔
سوال چہارم : کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے ؟
سوال پنجم : علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں ؟ ''

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب ۔ انٹروڈکشن ص۲)

یہ سوال اپنی ذات میں ایک کامل مذہب کو پرکھنے کے لئے کافی تھے ۔ اور تمام ایسے لوازمات جو کسی مذہب کے بنیادی ڈھانچے کو نمایاں کرنے کے لئے ہونے چاہئیں ان میں موجود تھے ۔

خدا اور بندے کے تعلقات کا مکمل خلاصہ ، اور انسان کی جسمانی ، ذہنی ، اخلاقی اور روحانی تمام ترقیات کے حصول کے لئے صراط مستقیم کی تلاش ان سوالات میں موجود ہے ۔ یہی بنیادی باتیں ہیں جن کا انسانی زندگی کے ساتھ دن رات کا تعلق ہے ۔

ان پانچ سوالوں کی روشنی میں انسانیت کی کامل راہنمائی کوئی کامل مذہب ہی کرسکتا تھا ۔ اور کسی دوسرے کے بس کی بات نہ تھی ۔ پس خلاصۃً اس جلسہ میں فاتح ہونا گویا اس مذہب کے سچے ہونے کے مترادف تھا ۔ اور خدائی تقدیر نے اس جلسے کو ان سوالات کے ذریعے حق و باطل کی تمیز کا ذریعہ بنانا تھا ۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مضمون لکھنا : سوامی صاحب حضرت مسیح موعود ...... سے مضمون لکھوانے کے لئے درخواست کرنے خود قادیان تشریف لائے ۔ حضرت اقدس نے مکمل تعاون کی یقین دہانی کروائی ۔ کیونکہ آپ تو خود اس قسم کی مجلس کے انعقاد کے متمنی تھے ۔ ....

چنانچہ کچھ توقف کے بعد الٰہی تائید کا اشارہ ملنے پر مضمون لکھنے کی حامی بھر لی ۔ حضور فرماتے ہیں :

'' ۱۲۳ ۔ نشان ۔ ایک دفعہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے ...... (ان کا نام سوامی شوگن چندر تھا) اور کہا کہ میں ایک مذہبی جلسہ (اس جلسہ کا نام دھرم مہوتسو جلسہ اعظم مذاہب مشہور کیا گیا تھا) کرنا چاہتا ہوں ۔ آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق کچھ مضمون لکھیں تا اس جلسے میں پڑھا جائے ۔ میں نے عذر کیا پر اس نے بہت اصرار سے کہا کہ آپ ضرور لکھیں ۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا ۔

بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔ میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا۔ اور بغیر اس کے دکھانے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القا کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوّت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ میں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا۔ جو کچھ لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا۔ اور ایسی تیزی اور جلدی میں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا۔ کہ اس قدر جلدی اس کی نقل لکھے۔ جب میں مضمون ختم کر چکا تو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا۔"

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۹۱)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا اشتہار۔ عظیم الشان خوشخبری:۔

حضرت مسیح موعود...... پر جب یہ الہام ہوا کہ " یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا"۔ تو اس کے فوراً بعد آپ نے ۲۱۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ایک اشتہار بعنوان " سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری" شائع کیا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

" جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی۔ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف کے داغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ

ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ

یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا

اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور کیونکہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ مَیں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا۔ اور اس کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو اردگرد پھیل گیا۔ اور میرے ہاتھوں پر اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ اللہ اکبر۔ خربت خیبر۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلولِ انوار ہے اور وہ نورانی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا گیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا۔ اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر مَیں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا اِنَّ اللّٰہَ معک اِنَّ اللّٰہَ یقوم اینما قمت۔ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔ اب مَیں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کر کے ان معارف کے سننے کے لئے ضرور بمقام لاہور جلسہ پر آویں۔ کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔"

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار غلام احمد از قادیان

۲۱- دسمبر ۱۸۹۶ء
(بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صہ ۲۹۳ تا صہ ۲۹۵)

قبل از جلسہ اس اشتہار کی بکثرت اشاعت اور غلبہ کا اعلان کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ہندوستان کے اس وقت کے مذہبی حالات کے تناظر میں اس کو دیکھا جائے تو اس کی شان ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔

۱۔ اس مضمون کے پانچوں سوالات کے کامل جواب کوئی کامل مذہب ہی دے سکتا تھا۔ اور مضمون کے غالب آنے کا مطلب یہ ہوتا کہ (دین حق) ہی وہ کامل اور زندہ مذہب ہے جو ان امور میں درست راہنمائی کر سکتا ہے اور مخالفین کو یہ قبول نہ تھا۔

۲۔ اس زمانہ میں مختلف مذاہب کی یلغار تھی۔ ایسی صورتِ حال میں کوئی بھی مذہب (دین حق) کی برتری قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ غیر تو غیر حضرت مسیح موعود ...... کے دعویٰ ماموریت کے بعد تو دیگر مسلمان بھی آپ کے شدید مخالف ہو گئے تھے۔ اور ان سے بھی توقع نہ تھی کہ وہ تعصّب کو ترک کر کے (دین حق) کی حمایت میں کھڑے ہوں گے۔ بلکہ غیروں سے بڑھ کر مخالفت دکھانے والے اپنے ہی تھے۔

۳۔ آپ نے اشتہار میں الہام درج فرمایا اور کہا کہ مجھے خدا نے بتایا ہے کہ یہ مضمون غالب آئے گا۔ پس اس مضمون کے غالب آنے کا مطلب یہ ہوتا کہ خدا اب بھی بولتا ہے اور مرزا صاحب کا الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مضمون غالب تو الہام سچا۔ الہام سچا تو مرزا صاحب سچے ملہم ثابت ہوئے۔ اس نقطہ نگاہ سے مضمون کا غالب آنا بظاہر بڑی شان کا حامل تھا۔

۴۔ پھر یہ کہ مضمون کے غالب آنے کے متعلق فیصلے کا اختیار کسی فرد کے پاس نہ تھا کہ اسے خرید لیا جاتا۔ یا اس کی رائے کو اس مضمون کے حق میں مائل کیا جاتا۔ بلکہ اس کے غالب آنے کے فیصلے کا اختیار عوام الناس کے ہاتھ میں تھا۔ اور سات آٹھ ہزار کے مجمع میں صرف گنتی کے چند احمدی احباب تھے۔ باقی تمام دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے اور ان کو کسی صورت بھی قبول نہ تھا کہ ان کا مخالف غالب آئے۔ پس آسمانی تائیدات تھیں جو اس مضمون کے غالب آنے کے سامان پیدا کر رہی تھیں۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو اپنی غالب تقدیر سے اس طرح بالا کیا کہ تمام مخالف

دیکھتے رہ گئے اور فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ کا منظر سامنے آگیا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا حقائق و معارف سے معمور لیکچر:۔

جلسہ کے دوسرے دن

مورخہ ۲۷۔ دسمبر ۱۸۹۶ء اجلاس کے لئے بالاتفاق حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب۔۔۔۔۔ کو چُنا گیا۔ اور ان کی صدارت کا اعلان کرتے ہوئے ماسٹر درگا پرشاد نے اس دن کی کارروائی کا آغاز کیا۔

دوسرے دن کی چوتھی تقریر حضرت اقدس کی تھی۔

پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹے کا وقفہ تھا۔ چونکہ بعد از وقفہ حضرت اقدس۔۔۔۔۔ کا مضمون پیش کیا جانا تھا۔ اس لئے لوگ اپنی جگہوں سے نہ ہٹے۔ اور ڈیڑھ بجنے میں ابھی کافی وقت تھا کہ اسلامیہ ہائی سکول کا ہال بھرنے لگا۔ اور چند ہی منٹوں میں ہال کھچا کھچ بھر گیا۔ بیٹھنے کی جگہ نہ رہی تو لوگ کھڑے ہوگئے اور کھڑے ہو کر تقریر سننے والوں میں بڑے بڑے روؤسا، عمائدین، علماء و فضلاء، بیرسٹر، وکیل، پروفیسرز، اکسٹرا اسسٹنٹ، ڈاکٹرز غرض کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔

حضرت اقدس۔۔۔۔۔ بوجہ علالت خود تو تشریف نہ لا سکے تھے۔ لیکن آپ نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو اپنی طرف سے اپنا مضمون پڑھنے کے لئے بھیجا تھا۔ مضمون کا وقت ۲ دو گھنٹے تھا۔ لیکن مضمون چونکہ لمبا تھا۔۔۔۔۔ لہٰذا مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی دے دیا۔ اس وقت میں مضمون کا ابھی پہلے سوال کا جواب بھی ختم نہ ہو پایا تھا کہ جلسہ کا وقت ختم ہوگیا۔ پھر جلسے کا وقت بڑھایا گیا۔ اور یوں چار گھنٹے تک لوگوں نے کھڑے ہو کر اس مضمون کو پوری دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ سُنا پھر حاضرین کے بھرپور اصرار پر کرسی صدارت پر متمکن صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی سے اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو تب تک جلسہ کی کارروائی کو ختم نہ کیا جائے۔ لیکن کارروائی کو اس دن ساڑھے پانچ بجے تک کر دیا گیا لیکن ابھی تو پہلے سوال کا جواب مکمل ہوا۔۔۔۔ اور شام کا وقت ہوگیا۔ میر مجلس نے اس دن کی کارروائی کا اختتام کرتے ہوئے اعلان کیا کہ:۔

"میں آپ کو مژدہ دیتا ہوں کہ آپ کے اس فرطِ شوق اور دلچسپی کو دیکھ کر جو آپ نے مضمون کے سُننے میں ظاہر کی، اور خصوصاً ماڈریٹر صاحبان اور عمائدین و رؤسا کی خاص فرمائش پر ایگزیکٹو

کمیٹی نے منظور کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصّہ مضمون کے لئے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے گی۔"
(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۳۹)

۲۹۔ دسمبر ۱۸۹۶ء منگل کا دن تھا۔ پہلے دنوں کے مقابلے میں اس دن جلسہ کی کارروائی ساڑھے نو بجے شروع کی گئی۔ اور اس دن معمول سے زیادہ لوگ اس جلسے کے حاضرین تھے۔ نیز صبح سویرے ہی لوگ آنا شروع ہو گئے۔ ایگزیکٹو کمیٹی نے اس دن جلسے کی صدارت کے لئے سردار جواہر سنگھ صاحب کو چُنا اور کارروائی کا آغاز ہوا۔ سردار صاحب نے نہایت خوبصورت الفاظ میں حاضرین کو حضرت اقدس .... کے مضمون کی طرف توجہ دلا کر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا تعارف کروایا۔

۲۹۔ دسمبر کا مقررہ وقت بھی ختم ہوگیا۔ لیکن تقریر ابھی باقی تھی۔ اس پر حاضرین جلسہ اور ماڈریٹر صاحبان کے اصرار پر تقریر کے لئے تا اختتام تقریر وقت بڑھا دیا گیا۔ صدر جلسہ نے جب اس کا اعلان کیا تو ہزارہا دل خوش ہو گئے۔

یوں حضرت مسیح موعود ...... سلطان القلم کا یہ مضمون کُل ساڑھے سات گھنٹے میں مکمل ہوا۔

اخبار چودھویں صدی کا تبصرہ :۔ اس جلسے میں عوام کی غیر معمولی دلچسپی اور مضمون سے سب سے زیادہ لگاؤ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک موقر رائے پیش کی جاتی ہے۔

اخبار "چودھویں صدی" اپنی یکم فروری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :۔

"ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا۔ جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سُنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا۔ زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے مگر اس میں جاندار بات کوئی نہیں تھی۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان

سوالوں کا علیحدہ علیحدہ مفصل اور مکمل جواب تھا۔ اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سُنا اور بڑا بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ ہم کو ان سے کوئی تعلق ہے۔ لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے۔ اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کُل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول اور فروعاتِ اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائلِ قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآن کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا۔ جس میں بے شمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے۔ اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر ہو گئے تھے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں میں امتیاز کے لئے اس قدر کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آ آ کر گری جیسے شہد پر مکھیاں۔"

(اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی بمطابق یکم فروری ۱۸۹۷ء)

دعوئ ماموریت کے بعد غیر تو غیر سہی، اپنے بھی حضرت مسیح موعود...... کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔ اور آپ کو دشمنانِ (حق) کے مقابل پر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ تھے۔ لیکن اس مضمون کے ذریعے خدا تعالیٰ نے جہاں (دین) کی حقانیت واضح کر دی وہاں سب کی نظروں میں کھول کر دکھا دیا کہ (دین) کی حمایت کرنے والا اصل بطلِ جلیل کون ہے۔

دیگر نمائندگان کا حال:-

اب ذرا دیگر نمائندگان اُمتِ مسلمہ کی رُوداد ملاحظہ کیجئے:

○ سوامی صاحب کی دعوت پر جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری، جناب مولوی عبد الحق صاحب دہلوی (مصنّف تفسیر حقانی) اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے جلسہ میں

شرکت کیلئے توجہ ہی نہ دی ۔

○ سرسید احمد خاں نے جلسہ میں شرکت سے انکار کیا ۔ آپ کے علاوہ دو اور اصحاب نے اسلام کی نمائندگی میں تقاریر کیں ان کا حال بھی سُنیئے ۔

○ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے جلسے کے دوسرے دن صرف نصف گھنٹے کی تقریر کی جس پر کوئی خاص توجہ نہ دی گئی ۔

○ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے پہلے دن کی تقریر کی اور پھر تیسرے روز مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی کا باصرار وقت لیا ۔ مگر ان کی تقریر میں مایوس کن خیالات کا اظہار کیا گیا ۔ مولوی صاحب نے کہا :۔

"........ انبیاء فوت ہو چکے ہیں ۔ اُمتِ محمدیہ کے بزرگ ختم ہو چکے ۔ بے شک وارثِ انبیاء ولی تھے ۔ وہ کرامت رکھتے اور برکات رکھتے تھے لیکن وہ نظر نہیں آتے زیرِ زمین ہو گئے ہیں آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے اور ہم کو گذشتہ اخبار کی طرف حوالہ کرنا پڑتا ہے ۔ ہم نہیں دکھا سکتے ۔"

(رپورٹ جلسۂ اعظم مذاہب صـ ۱۴۶)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی تقریر کے بارہ میں اخبار "چودھویں صدی" نے لکھا :۔

"مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا ۔ وہی مُلانی خیالات تھے جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے ہیں ۔ اس میں کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اُٹھ کر چلے گئے تھے ۔"

(اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی یکم فروری ۱۸۹۷ء)

حضرت اقدس مسیح موعود...... کے اپنے الفاظ میں اس کی رُوداد یوں ہے :۔

"خلاصہ کلام یہ کہ جب وہ مضمون اس مجمع میں پڑھا گیا تو اس کے پڑھنے کے وقت سامعین کے لئے ایک وجد کا عالم تھا اور ہر ایک طرف سے تحسین کی آواز تھی ۔ یہاں تک کہ ایک ہندو صاحب جو صدر نشین اس مجمع کے تھے ان کے مُنہ سے بھی بے اختیار نکل گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین سے بالا رہا ۔ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ جو لاہور سے انگریزی زبان میں ایک اخبار نکلتا ہے اس نے بھی شہادت کے طور پر شائع کیا کہ یہ مضمون بالا رہا اور شاید بیسؔ کے قریب ایسے

اُردو اخبار بھی ہوں گے جنہوں نے یہی شہادت دی ۔ اس مجمع میں بجز متعصب لوگوں کے تمام زبانوں پر یہی تھا کہ یہی مضمون فتح یاب ہوا اور آج تک صدہا آدمی ایسے موجود ہیں جو یہی گواہی دے رہے ہیں ۔ غرض ہر ایک فرقے کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری پیشگوئی پوری ہو گئی کہ مضمون بالا رہا۔ یہ مقابلہ اس مقابلہ کی مانند تھا جو موسیٰ نبی کو ساحروں کے ساتھ کرنا پڑا تھا کیونکہ اس مجمع میں مختلف خیالات کے آدمیوں نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقریریں سُنائی تھیں ۔ جن میں سے بعض عیسائی تھے اور سناتن دھرم کے ہندو اور بعض آریہ سماج کے ہندو اور بعض برہمو اور بعض سکھ اور بعض ہمارے مخالف مسلمان تھے اور سب نے اپنی اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے لیکن جب خدا نے میرے ہاتھ سے ...... راستی کا عصا ایک پاک اور پُر معارف تقریر کے پیرایہ میں ان کے مقابل پر چھوڑا تو وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گیا اور آج تک قوم میں میری اس تقریر کا تعریف کے ساتھ چرچا ہے جو میرے مُنہ سے نکلی تھی ۔ **فالحمد علیٰ ذٰلک** ۔"

(حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۹۱-۲۹۲ نشان ۱۲۳)

ایک نشان اس مضمون کے غالب آنے پر پورا ہوا ۔ لیکن ابھی بہت سے حصے اپنی پوری شان کے ساتھ روشن ہونے باقی ہیں ۔

حضرت مسیح موعود ...... فرماتے ہیں :-

" سو مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کُھل جائے گا اور یہ قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی ۔ جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے ۔ پھر اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا ۔ اور مجھے یہ الہام ہوا **اِنَّ اللّٰهَ مَعَكَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْمُ اَيْنَمَا قُمْتَ** ۔ یعنی خدا تیرے ساتھ

ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہے۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔" (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۳)

اس مضمون کے متعلق حضرت مسیح موعود ...... کی پیشگوئیوں کے ایک حصہ کو پورا ہوتے ہر کسی نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ مگر وقت دور نہیں جب اس پیشگوئی کے دوسرے حصے بھی پورے ہوتے ہوئے ہم مشاہدہ کریں گے کہ تمام مذاہب باطلہ جو اس دور کے خیبر سے مشابہت رکھتے ہیں، وہ اس زمانہ کے فاتح خیبر حضرت مسیح موعود ...... اور آپ کے مبارک جانشینوں کے ہاتھوں شکست کھائیں گے۔ اور خیبر کہیں بھی ہو خواہ وہ روس ہو یا امریکہ، چین ہو یا برطانیہ ان سب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سربلند ہوگا۔ اور پوری شان سے لہرائے گا اور چہار دانگ عالم میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ کے نعرے بلند ہوں گے۔ تب وہ پیشگوئی پوری ہوگی کہ ایک ہی مذہب ہوگا یعنی اسلام اور ایک ہی پیشوا یعنی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔

حقیقی اخلاق

"...... ایسے شخص کی طرف حقیقی اخلاق منسوب نہیں کر سکتے جس پر اسباب طبیعہ حیوانوں اور بچوں اور دیوانوں کی طرح غالب ہیں اور جو اپنی زندگی کو قریب قریب وحشیوں کے بسر کرتا ہے بلکہ حقیقی طور پر نیک یا بد اخلاق کا زمانہ اس وقت شروع ہوتا ہے کہ جب انسان کی عقل خداداد پختہ ہو کر اس کے ذریعہ سے نیکی اور بدی یا دو بدیوں یا دو نیکیوں کے درجہ میں فرق کر سکے پھر اچھے راہ کے ترک کرنے سے اپنے دل میں ایک حسرت پاوے اور بُرے کام کے ارتکاب سے اپنے تئیں متندم اور پشیمان دیکھے اور یہ ...... خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں نفسِ لوّامہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایک وحشی کو نفسِ لوّامہ کی حالت تک پہنچانے کیلئے صرف سرسری نصائح کافی نہیں ہوتیں۔ بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کو خداشناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش بیہودہ اور لغو خیال نہ کرے۔ تا معرفت الٰہی سے سچے اخلاق اس میں پیدا ہوں۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ساتھ ساتھ سچے خدا کی معرفت کیلئے توجہ دلائی ہے۔ اور یقین دلایا ہے کہ ہر ایک عمل اور خُلق ایک نتیجہ رکھتا ہے جو اس کی زندگی میں روحانی راحت یا روحانی عذاب کا موجب ہوتا ہے۔ اور دوسری زندگی میں کھُلے کھُلے طور پر اپنا اثر دکھائے گا۔"

(اقتباس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ از روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۱-۳۳۲)

لاجرم سب سے رہا مضمون بالا آپ کا

دورِ ظلمت خیز میں پھیلا اُجالا آپ کا!
سب مضامیں پر "رہا مضمون بالا" آپ کا!

تھی شرابِ حق کی مستی بزم پر چھائی ہوئی
تھا سرُور انگیز کتنا وہ پیالہ آپ کا!

موہ لئے غیروں کے دل کیوں آپکی تقریر نے؟
ہاں کہ تھا انداز اُن سب سے نرالا آپ کا!

اے مہِ کامل بکھیری چاندنی لاہور میں
اصل میں آفاق کو گھیرے تھا ہالہ آپ کا!

مائدہ بانٹا گیا اس دعوتِ اقوام میں
تیز کرتا تھا طلب کو ہر نوالہ آپ کا!

نُطقِ روشن سے عیاں شانِ جمالی آپ کی
نُورِ بُرہانی کا حامل ہے مقالہ آپ کا!

یک زباں ہو کر پُکار اُٹھے صحافی دہر کے
"لاجرم سب سے رہا مضمون بالا آپ کا"!

حاصلِ جلسۂ اعظم آپ کی تقریر تھی
تاقیامت اب رہے گا بول بالا آپ کا!

جس کی رنگت میں ہے مُضمر آتشِ دِل آپکی
شکلِ "مضموں" میں کِھلا پُرسوز لالہ آپ کا!

جو دلائل کے دئے ہتھیار اُن کے زور سے
پہنچا "دنیا کے کناروں تک" رسالہ آپ کا!

آپ کی اُلفت بھری لَے جب سے گونجی دہر میں
کیوں نہ گرویدہ ہو ہر ادنیٰ و اعلیٰ آپ کا!

بھینی بھینی ہے اگر خوشبو تو ہے نیرہ روشنی
باغِ ہستی میں کِھلا کیا خوب لالہ آپ کا!

آتشِ اُلفت سے آخر دل پگھلنے لگ گئے
کام اپنا کر گیا پُرسوز نالہ آپ کا!

وہ پلائی آپ نے گُم اِس کے ہیں ہوش و حواس
کیا کہے اِسلام کیا شئے ہے پیالہ آپ کا

عبدالسلام اسلام



حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی.....

آپ نے جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں سیّدنا حضرت مسیح موعود بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مضمون پڑھا

تعارف

حضرت مولانا عبد الکریم صاحب ..... سیالکوٹی

جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں حضرت اقدس ..... کے نمائندہ کی حیثیت سے خدمات

محترم محمود مجیب اصغر صاحب۔ انجنیئر

حامیٔ دیں آنکہ یزداں نام اُو لیڈر نہاد
عارفِ اسرارِ حق گنجینۂ دینِ قویم

"حبّی فی اللہ مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے مضمون کے پڑھنے میں وہ فصاحت و بلاغت دکھائی کہ گویا ہر لفظ پر اُن کو رُوح القدس مدد دے رہا تھا" (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ .....)

تعارف :۔ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی ...... حضرت مسیح موعود ...... کے اُن چوٹی کے رفقاء میں سے تھے جنہیں حضرت مسیح موعود کا دست و بازو بن کر خاص خدمتِ دین کی توفیق نصیب ہوئی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود .... کے الہام میں انہیں "..... لیڈر" کا خطاب دیا گیا ہے۔

آپ ۱۸۵۸ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم ص۴۱۸) آپ کے والد صاحب کا نام چوہدری محمد سلطان اور والدہ کا نام حشمت بی بی تھا۔ آپ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ چوہدری محمد سلطان صاحب سالہا سال سیالکوٹ کی میونسپلٹی کے ممبر رہے۔

(الفضل ۳۰ رمئی ۱۹۲۵ء)

آپ کی تعلیم کا آغاز محلہ کی مسجد کے مکتب سے ہوا۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کے علاوہ آپ نے عربی، فارسی اور اردو کی ابتدائی کتابیں بھی یہیں سے پڑھیں۔ جس کے بعد مشن سکول میں اپنی تعلیم

کا سلسلہ شروع کیا۔ اور انگریزی زبان بھی سیکھی۔ قابلیت کا یہ عالم تھا کہ ابھی آپ نے مڈل بھی نہیں کیا تھا کہ آپ کو مشن سکول میں فارسی کے مدرس کے طور پر رکھ لیا گیا۔ اسی زمانے میں عیسائیوں کے ساتھ آپ کے مباحثے شروع ہو گئے۔ آپ بہت غیرت مند اور نڈر داعی الی اللہ تھے۔ قرآن کے لئے غیرت کے ہی ایک واقعہ کے باعث انہیں مشن سکول سے فارغ کر دیا گیا۔ جس کے بعد آپ سیالکوٹ کے بازاروں میں برسرِعام وعظ کرنے لگے۔ تھوڑی سی مدت میں آپ کو علاقہ بھر میں شہرت حاصل ہو گئی۔ جس سے پادری گھبرا گئے۔ انہوں نے مولوی صاحب کو ملازمت پہ بحال کرنا چاہا۔ لیکن ناکام ہوئے۔ آپ کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ نامور علماء دین سے تعلقات بھی بڑھنے لگے۔ اور تقدیر الٰہی نے تعلقات کے اس دائرہ کو وسیع کر کے مہاراجہ جموں کے شاہی طبیب حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب ...... تک پہنچا دیا۔ آپ نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب.... سے قرآن و حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی۔ جس سے ان کی طبیعت اجتہاد و تحقیق کی طرف مائل ہوئی۔ علی گڑھ جا کر سر سیّد احمد خاں کی علمی تحریک کا بھی مطالعہ کیا اور اس طرح نیچری خیالات کی طرف مائل ہو گئے۔ اگرچہ ان کا تبادلہ خیال حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب ...... سے بھی رہتا تھا۔ اُن کی صحبت کا آپ پر بہت اثر تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نیچری خیالات کو پوری طرح نہ چھوڑ سکے۔ آپ چھ چھ ماہ تک جموں رہ کر حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب..... کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

بیعت :۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب...... کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہی آپ نے ۲۳۔ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت مسیح موعود ...... کے دست مبارک پہ بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مسیح موعود ...... نے پہلے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب...... کے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ دیا اور پھر دونوں کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے مولوی عبدالکریم صاحب کی بیعت لی۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کے بعد آپ براہِ راست حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود .... کے زیر تربیت آگئے اور کچھ عرصہ آپ کی صحبت میں رہنے کے بعد نیچری خیالات سے تائب ہو گئے۔

حضرت اقدس ....کی صحبت میں دینی خدمات :۔ حضرت مسیح موعود...... کی بیعت کے بعد آپ نے علم و عرفان میں بہت ترقی کی۔ سیالکوٹ سے رسالہ "الحق" جاری کیا۔ اس میں علاوہ حضرت مسیح موعود ...... کی حمایت میں مضامین لکھنے کے آپ کے مباحثات بھی شائع کئے جو مباحثہ لدھیانہ

اور مباحثۂ دہلی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ تعلیم و تربیت اور دینی کاموں میں حضرت مسیح موعود ..... کا ہاتھ بٹانے کے لئے کئی کئی ماہ قادیان آکر رہنے لگے اور بالآخر سب کچھ چھوڑ کر مستقل طور پر قادیان آگئے۔ حضرت مسیح موعود ...... نے انہیں اپنے گھر کے ایک کمرے میں رہنے کے لئے جگہ دی۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب .... کو حضرت اقدس ...... سے بہت محبت تھی۔ انہیں آپ کے ساتھ مل کر مقدور بھر خدمتِ دین کی توفیق ملتی رہی۔ حضور انہیں اکثر علمی کاموں میں شامل فرماتے تھے اور مباحثات میں بھی انہیں اپنے ساتھ رکھا۔ ان کی آواز بہت دلکش تھی۔ قرآن کریم کی قرأت نہایت اعلیٰ تلفظ اور خوش الحانی کے ساتھ کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود ...... کے بعض اہم لیکچر پڑھ کر سنائے۔ چنانچہ جلسہ اعظم مذاہب میں بھی انہوں نے ہی حضرت مسیح موعود ...... کا پُر معارف مضمون پڑھ کر سنایا۔ جس کا نام "اسلامی اصول کی فلاسفی" ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقریر اور تحریر کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ اعلیٰ پایہ کے خطیب اور مقرر تھے۔ آپ کی تحریر اور تقریر مخالف کے دل پر لرزہ طاری کر دیتی تھی۔ آپ بڑی دلیری اور جرأت سے حضرت مسیح موعود ...... کے مقام کو بیان کرتے تھے۔ دین حق کے دفاع اور عقائد کی اصلاح کے لئے انہوں نے خود کئی کتب تصنیف فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود ...... کی بعض کتب کے ترجمے کئے۔ ان کا رہنا سہنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ اصحاب الصُّفہ کی طرح تھا۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود .... کے ساتھ ہی رہتے۔ اور حضرت اقدس کی نمائندگی میں خطوط بھی لکھا کرتے تھے۔ نمازوں کی امامت بھی کرتے رہے۔ اور خطبہ جمعہ بھی دیتے رہے۔ ایک لمبا عرصہ حضرت اقدس...... آپ کی امامت میں نمازیں اور جمعہ ادا کرتے رہے۔

آپ کی وفات:- مستقل طور پر قادیان آنے کے بارہ سال بعد اکتوبر ۱۹۰۵ء میں صرف ۴۷ سال کی عمر میں قادیان میں ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود ...... اور آپ کے رفقاء کو اس وفات کا بہت گہرا صدمہ ہوا۔ حضور نے شام کے بعد دوستوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ مولوی صاحب (عبدالکریم) نظر نہیں آتے تو میرا دل گھٹنے لگتا ہے۔

علماء کی باقاعدہ تیاری کے لئے جامعہ احمدیہ کی ضرورت بھی ان کی وفات کے بعد محسوس کی گئی ان کی یاد میں قرآن شریف کی تجوید اور قرأت سکھانے کے لئے کلاس کا آغاز کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود ...... نے ان کی قبر کے کتبہ کے لئے فارسی زبان میں ایک نظم لکھی جس میں اُن کی خوبیوں کا ذکر فرمایا۔

حضرت اقدس ...... نے فرمایا :۔

که تواں کرد ن شمار خوبئ عبد الکریم ✤ آں که جاں داد از شجاعت بر صراطِ مستقیم
حامئ دیں آنکه یزداں نام او لیڈر نهاد ✤ عارفِ اسرارِ حق گنجینۂ دینِ قویم
گرچه جنسِ نیکواں ایں چرخ بسیار آورد ✤ کم بزاید مادرے با ایں صفا دُرِّ یتیم
دل بدرد آمد زہجرِ ایں چنیں یک رنگ دوست ✤ لیک خوشنودم بر فعلِ خداوندِ کریم

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 150)

یعنی مولوی عبدالکریم مرحوم کی خوبیاں کس طرح بیان کی جائیں۔ وہ عبدالکریم جس نے دین کے رستہ میں شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دی ہے۔ وہ دین قویم کا ایک زبردست حامی تھا۔ جس کا نام خدا نے اپنے ایک الہام میں "لیڈر" رکھا تھا۔ وہ حق کے اسرار کا عارف تھا۔ اور دینی معارف کا خزینہ تھا۔ اگرچہ اس آسمان کے نیچے بڑے بڑے نیک لوگ پیدا ہوئے ہیں مگر اس آب و تاب کا موتی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ اس قسم کے یک رنگ دوست کی جدائی سے دل میں درد اٹھتا ہے۔ لیکن ہم اپنے خدا کے فعل پر ہر حال میں راضی اور شاکر ہیں۔

حضرت اقدس ...... اپنی وفات تک ان کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ کشوف و رؤیا میں کئی بار ان سے ملاقات فرمائی۔ حتیٰ کہ حضرت اقدس ...... کی وفات سے قبل حضور .... کی بیٹی (نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ....) نے جو خواب دیکھا اس میں بھی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب .... ہی کو دیکھا۔ جنہوں نے اطلاع دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور حضرت مسیح موعود ...... کو بُلاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود ...... خواب میں مضمون لکھ رہے تھے۔ لکھتے لکھتے نظر اٹھائی اور کہا جاکر کہو "یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود ...... نے 25۔ مئی 1908ء کو آخری کتاب "پیغامِ صلح" مکمل کی اور 26۔ مئی 1908ء کو حضور .... کا وصال ہوگیا۔

حضرت مسیح موعود ...... نے مولوی عبدالکریم صاحب ... کی وفات کے بعد ان کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار فرمایا :۔

"...... (دین حق) پر جو اندرونی بیرونی حملے ہوتے تھے ان کے دفاع میں اپنی عمر بسر کر دی۔ باوجود اس قدر بیماری اور ضعف کے ہمیشہ ان کی قلم چلتی رہتی تھی۔ ان کے متعلق ایک الہام بھی تھا "...... کا لیڈر" غرض میں جانتا ہوں کہ ان کا خاتمہ قابلِ

رشک ہوا۔ کیونکہ اُن کے ساتھ دنیا کی ملونی نہ تھی ۔" (بدر۔ ۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء)

احباب جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"مولوی عبدالکریم صاحب کی مَوت پر حد سے زیادہ غم کرنا اور اس کی نسبت یہ خیال کر لینا کہ اس کے بغیر اب فلاں حرج ہوگا ایک قسم کی مخلوق کی عبادت ہے۔ کیونکہ جس سے حد سے زیادہ محبت کی جاتی ہے یا حد سے زیادہ اس کی جدائی کا غم کیا جاتا ہے وہ معبود کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایک کو بلا لیتا ہے دوسرا قائمقام اس کے کر دیتا ہے۔ قادر ہے اور بے نیاز ہے ۔" (بدر ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل ...... نے ۱۰ اگست ۱۹۰۸ء کو ان کی اعلیٰ خوبیوں کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ فرمایا

"مولوی عبدالکریم صاحب جب پہلے مجھ سے ملے تو اُن کی بہت چھوٹی عمر تھی۔ پتلے دُبلے اور بہت صاف دل تھے۔ مَیں نے اُن سے جموں میں کہا کہ میرے پاس آیا کرو۔ مولوی عبدالکریم چار زبانیں جانتے تھے۔ انگریزی۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ مَیں نے تو اس وقت تک اپنی جماعت میں کوئی شخص دیکھا نہیں جو ان کی طرح چار زبانیں اچھی طرح جانتا ہو۔ (مرقاۃ الیقین)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود...... اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات نے میری زندگی کے ایک نئے دَور کو شروع کیا اس دن میری طبیعت میں دین کے کاموں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی پیدا ہونا شروع ہوئی اور وہ بیج بڑھتا ہی چلا گیا............ مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر مجھے یوں معلوم ہوا گویا ان کی رُوح بھی مجھ میں آپڑی ۔" (سوانح فضل عمر حصہ اوّل صفحہ ۳۰۷، ۳۰۸)

کئی سال بعد حضرت مصلح موعود ...... نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ایک رشتہ دار کے خطبہ نکاح پر فرمایا:۔

"مولوی صاحب کا جو تعلق سلسلہ سے ہے اسے جماعت کبھی بھلا نہیں سکتی۔ (بیت) مبارک کے پُرانے حصہ کی اینٹیں اب بھی ان کی زور دار تقریروں سے گُونج رہی ہیں ۔"

(غیر مطبوعہ خطبہ نکاح ملک رشید احمد پسر عزیز احمد
ہمراہ دختر چوہدری فضل حق صاحب
عم زاد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب .....)

جلسہ اعظم مذاہب میں حضرت اقدس مسیح موعود..... کا مضمون پڑھنے کی سعادت

جلسہ اعظم مذاہب میں حضرت اقدس مسیح موعود...... کا مضمون پڑھنے کی سعادت حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے حصہ میں آئی اور روح القدس کی تائید سے آپ نے اس کا حق ادا کر دیا۔ خود حضرت مسیح موعود...... نے اپنی خوشنودی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:۔

"اس روز ہماری جماعت کے بہادر سپاہی اور (دین حق) کے معزز رکن حبی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے مضمون پڑھنے میں وہ فصاحت و بلاغت دکھائی کہ گویا ہر لفظ پر ان کو روح القدس مدد دے رہا تھا"

(روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۳۱۶)

اخبارات میں بھی جہاں حضرت اقدس کے مضمون بالا رہنے کی صدائے بازگشت سنی گئی وہاں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے طرز بیان کو بھی بہت پسند کیا گیا۔ اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی نے اپنی اشاعت یکم فروری ۱۸۹۷ء میں لکھا:۔

"ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ ۲۷۔ دسمبر قریباً ۴ گھنٹے اور ۲۹۔ دسمبر کو دو گھنٹے تک ہوتا رہا۔ کل ۶ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا۔ جو حجم میں ۱۰۰ صفحات کلاں تک ہوگا۔

غرضیکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند ہوتی تھی۔ اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کیلئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔"

لاہور کے مشہور انگریزی اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے لکھا:۔

"اس لیکچر کو سننے کیلئے ہر مذہب و ملت کے لوگ کثرت کے ساتھ جمع تھے۔ چونکہ مرزا صاحب خود جلسہ میں شامل نہیں ہو سکے اس لئے مضمون ان کے ایک قابل اور فصیح شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا ۲۷۔ تاریخ والا مضمون قریباً ساڑھے تین گھنٹے تک پڑھا گیا اور گویا ابھی پہلا سوال ہی ختم ہوا تھا۔ لوگوں نے اس مضمون کو ایک وجد اور محویت کے عالم میں سنا اور پھر کمیٹی نے اس جلسہ کی تاریخوں میں ۲۹ دسمبر کی زیادتی کر دی۔"

سلطان القلم سیدنا حضرت مسیح موعود ..... کی صداقت کا عظیم الشان نشان

قرآن حکیم اور فیضانِ خاتم الانبیاء کی تجلیات کا ظہور

محترم عبدالسمیع خان صاحب - استاذ الجامعہ

".... اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے ....." (اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء از حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

روشن دلیل :- سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود...... احمدیت کے غلبہ کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اگر کوئی مر کر واپس آسکتا تو وہ دو تین صدیوں کے بعد دیکھ لیتا کہ ساری دنیا احمدی قوم سے اسی طرح پُر ہے جس طرح سمندر قطرات سے پُر ہوتا ہے ۔" (ماہنامہ تشحیذ الاذہان قادیان جنوری ۱۹۱۳ء صفحہ ۳۹)

غلبۂ حق کا یہ وہ شاندار نظارہ ہے جس کی خاطر حضرت مسیح موعود...... کو مبعوث کیا گیا مگر یہ سفر دو تین صدیوں پر پھیلا ہوا ہے ۔ لازم تھا کہ حضور اقدس کی زندگی میں ایسے نظارے دکھائے جاتے جو کل عالم پر سچائی کی عظیم الشان فتح کی دلیل بن جاتے ۔

جلسہ مذاہب عالم ۱۸۹۶ء بھی علمی اور قلمی لحاظ سے قرآن کی فتح کی روشن دلیل اور تابندہ نشان ہے ۔

نشاناتِ الٰہیہ کا اجتماع :- جلسہ مذاہب عالم کا تعارف کم سے کم لفظوں میں یوں کرایا جاسکتا ہے

کہ یہ تقریبات کے جلسہ کا نام نہیں نشاناتِ الٰہیہ کے ایک اجتماع کا نام ہے جو بیسویں صدی کے آخر پر دین حق کی صداقت میں ظاہر ہوا۔ اور یہ نشان ان مربوط آسمانی نشانوں کا تسلسل ہے جو حضرت مسیح موعود...... کی صداقت کے لئے رب العرش کی طرف سے ظاہر ہوتے رہے۔

اس سلسلہ کا ایک جلیل القدر آسمانی نشان ۱۸۹۴ء میں ظاہر ہوا جب سورج اور چاند گرہن نے پہلے مشرق میں اور دوسرے سال مغربی دنیا میں ظاہر ہو کر مسیح موعود...... کی صداقت پیش کی۔ اب اسی طرح ۱۸۹۶ء میں زمین پر بھی ایسا ہی چمکتا ہوا نشان ظاہر ہوا۔ جو دلوں کے بند دروازوں پر دستک دے رہا تھا کہ غلبہ دین کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے اور وہ موعود آچکا ہے جس کے ذریعہ دین حق تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ عقل اور فطرت کے تقاضا کے مطابق مشیتِ الٰہی کے ماتحت یہ نشان جلسہ مذاہب عالم کی صورت میں ۱۸۹۶ء میں رُونما ہوا۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ سورج اور چاند کو ہزاروں دفعہ گرہن لگا ہوگا اور لگتا رہے گا۔ مگر جو عظمت ۱۸۹۴ء کے کسوف و خسوف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے نصیب ہوئی ہے وہ نادر اور فقید المثال ہے۔ اسی طرح مذاہب عالم کے مابین مباحثہ اور مناظرہ کا سلسلہ بھی بہت قدیمی ہے۔ مگر جو شان و شوکت اور ابدی شہرت ۱۸۹۶ء کے جلسہ اعظم مذاہب کو حضرت مسیح موعود...... کے مضمون سے نصیب ہوئی وہ غیر معمولی اور لاثانی ہے۔ جیسا کہ اخبار جرنل و گوہر آصفی کی گواہی ہے۔

"اگرچہ جلسہ اعظم کا ہند میں یہ دوسرا اجلاس تھا۔ لیکن اس نے اپنی شان و شوکت اور جاہ و عظمت کی رُو سے سارے ہندوستانی کانگریسوں اور کانفرنسوں کو مات کر دیا۔"

(جرنل و گوہر آصفی ۲۴۔ جنوری ۱۸۹۸ء)

اور جیسا کہ کسوف و خسوف کا اصل مرکز ہندوستان تھا اسی طرح جلسہ مذاہب عالم کی آماجگاہ بھی ہندوستان کی سرزمین ہی قرار پائی کیونکہ فاتح ادیان عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں سلطان القلم اسی سرزمین سے دعوتِ حق دے رہا تھا۔

آسمانی منصوبہ

اس جلسہ کی کارروائی اور انعقاد کی تفاصیل پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی حادثاتی کارروائی نہیں تھی۔ یہ محض ایک مضمون کی عمدگی کا قصہ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی گہری تقدیریں دین کے حق میں ایک عظیم نشان کو بلند کر کے دکھا رہی تھیں۔ اور اس کی ابتدائی تجویز سے

لے کر آخری کنارے تک ہر مرحلہ اور ہر خبر غیبی نشانوں سے بھرپور ہے۔ جس کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسوف و خسوف کے نشان کے بعد خود حضرت مسیح موعود ...... کے دل میں ایک بہت وسیع پیمانہ پر عالمگیر جلسہ مذاہب کی تحریک پیدا کی جو سچے مذہب کی تحقیق کے لئے ایک آسان ذریعہ قرار پائے۔ چنانچہ ۲۹۔ دسمبر ۱۸۹۵ء کو حضرت مسیح موعود ...... نے "جلسہ تحقیق مذاہب" کے عنوان سے ایک اشتہار کے ذریعہ مختلف قوموں کے مذہبی لیڈروں کے سامنے یہ تجویز پیش کی

> "اب جبکہ خدا تعالیٰ نے دنیا میں علم کی اشاعت اور کُل عالم کو ایک قوم بنانے کے سامان پیدا کر دیئے ہیں تو مناسب ہے کہ ایک مشترکہ جلسہ منعقد کیا جائے۔ جو ایک ماہ جاری رہے اور اس میں تمام مذاہب کے سرکردہ نمائندے شریک ہو کر تقاریر کریں تا کہ سچے مذہب کے انوار ظاہر ہو جائیں۔ آپ نے یہ دعوت بھی دی کہ یہ جلسہ قادیان میں منعقد کیا جائے اور اس جلسہ کے جملہ مہمانوں کا قیام و طعام حضور ...... کے ذمہ ہوگا۔ بلکہ حسب ضرورت کرایہ بھی دیا جائے گا۔"
>
> (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صـ ۱۹۲ اشتہار نمبر ۱۴۸)

دعوتِ عام کا جواب:۔

حضرت مسیح موعود ...... کا یہ مفصل اعلان گم گشتہ انسانیت کو راہ سداد پر گامزن کرنے کے لئے آپ کی گہری اور بیقرار تمناؤں کا اظہار کرتا ہے اور ساتھ ہی آپ کی جرأت اور شجاعت اور دین حق کی کامل فتح پر کامل یقین کا بھی مظہر ہے۔

مگر مذاہب باطلہ کے لیڈر جو پہلے ہی آپ کے پُر زور چیلنجوں۔ مسکت مباحثوں، معاندانہ اعتراضات کے دندان شکن جوابوں اور قبولیت دعا کے پُر ہیبت نشانوں کے سامنے لرزہ براندام تھے۔ ان کے لئے اس پیغام کو قبول کرنا محال تھا۔ اس لئے کسی طرف سے بھی اس جلسہ کی تائید میں کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔ اور اس طرح مذاہب عالم کے اس اکھاڑے میں سچائی کے پہلوان کے مقابل پر اپنی شکست زبانِ خاموشی سے تسلیم کر لی۔ مگر خدا تعالیٰ اس خاموشی کو فتح حق کے بلند بانگ نعروں میں تبدیل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اگلے سال ۱۸۹۶ء میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہندو کے منہ سے لاہور میں سہ روزہ جلسہ کی تجویز نکلوا کر آپ کی خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ اور اس کامیابی کو بھی جو اس جلسہ میں آپ کو ہونے والی تھی دوبالا کر دیا اور قرآن کی عظمت اور شوکت کو چار چاند لگا دیئے اس مقصد کے لئے تحقیق حق کا یہ جذبہ اللہ تعالیٰ نے کنجاہ ضلع گجرات کے ایک ہندو سادھو سوامی شوگن چندر

کے دل میں پیدا کیا۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"میرا دل اس بات کے لئے تڑپ رہا ہے کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ کون سا مذہب درحقیقت سچائیوں اور صداقتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن کے ذریعہ میں اپنے اس سچے جوش کو بیان کر سکوں۔"

سوامی صاحب نے تمام مذاہب کے لیڈروں کو ان کے نبیوں اور بزرگوں کی عزت کی قسم دی کہ وہ اس جلسہ میں شرکت کریں۔ پھر انہوں نے ہر مذہب و ملت کے لیڈروں سے رابطے شروع کر دیئے۔ اور اس سلسلہ میں قادیان بھی آئے۔ حضرت مسیح موعود ...... نے ان کی بہت پذیرائی کی۔ اور مضمون لکھنے کے علاوہ بھی ہر قسم کی مدد اور تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ جلسہ کے انعقاد کا اشتہار انہوں نے قادیان سے ہی شائع کیا۔

پانچ سوال :۔ کسی مذہب کا مکمل تعارف کرانے اور برحق ثابت کرنے کے لئے یہ طے کیا گیا کہ تمام نمائندے پانچ معین سوالات کے جوابات مضمون کی صورت میں پیش کریں۔

۱۔ انسان کی جسمانی ۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں ۔

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔

۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵۔ علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوالات بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت منتخب کئے گئے تھے۔ تاکہ اسلام کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمکے۔

یہ جلسہ ۲۶ تا ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے ہال میں منعقد ہوا۔ اور ہزاروں عوام کے علاوہ بڑے بڑے رؤسا اور صاحب اختیار اور باوقار طبقہ نے اس میں شرکت کی اور ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں اَنمٹ نشان چھوڑ گیا۔ یہ جلسہ انعقاد سے پہلے ہی بہت شہرت پا چکا تھا۔ عام طور پر بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس میں شرکت کی گئی۔

شرکاء جلسہ کا تجزیہ :۔ اخبارات نے جلسہ سے قبل اور بعد اس پر لمبے لمبے تبصرے اور تجزئے

شائع کئے۔ اور عوام کے خیالات کو لفظوں کی زبان میں پیش کرتے رہے۔

قبل اس کے کہ ہم اس جلسہ میں اسلام کی عظیم فتح کا نظارہ کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہبی دنگل میں اُترنے والے مذاہب اور ان کے پہلوانوں کی کاوشوں کا تجزیہ کیا جائے۔

اس جلسہ میں دس۱۰ مذاہب اور مکاتب فکر کے سولہ۱۶ نمائندگان نے تقریر کی۔ جن میں اسلام اور سناتن دھرم کے ۳-۳ سکھ اور آریہ سماج کے ۲-۲ اور عیسائیت۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی۔ فری تھنکر۔ ہارمونیکل سوسائٹی۔ برہموسماج اور ایک نئے نظریہ کے ایک ایک نمائندہ نے شرکت کی۔

جین مت کے نمائندہ نے دعوت قبول کی تھی مگر عملاً شریک جلسہ نہیں ہوئے۔

اس کیفیت سے جلسہ میں مختلف مذاہب کی دلچسپی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

نمائندگان کی تفصیل یہ ہے۔

اسلام: حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ...... جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔

سناتن دھرم: جناب گوپی ناتھ صاحب۔ جناب الیشری ہر شاد صاحب۔ جناب بھانودت صاحب۔

سکھ: جناب سردار جواہر سنگھ صاحب۔ جناب سردار راجندر سنگھ صاحب۔

آریہ سماج: جناب پیچارام صاحب۔ جناب ارگا پرشاد صاحب۔

عیسائیت: جناب جے مارسس صاحب۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی: جناب برووڈا کنٹھ صاحب۔

فری تھنکر: جناب گوردھن داس صاحب۔

ہارمونیکل سوسائٹی: جناب رام جی داس صاحب۔

برہموسماج: جناب کانشی رام صاحب۔

نیا نظریہ: جناب منشی امام الدین صاحب۔ (منشی صاحب نے اپنے مذہب کا کوئی نام نہیں رکھا تھا۔ دوسرے مذاہب سے جدا کرنے کے لئے اسے 'نیا نظریہ' کا نام لیا گیا ہے۔)

عمومی تاثر: ان مذاہب کے نمائندوں نے جو مضامین پڑھے ہیں ان کا عمومی تجزیہ کرتے ہوئے اخبار 'چودھویں صدی' لکھتا ہے:-

"دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے ۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہ تھے ۔ عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے ۔ اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے مگر اس میں جاندار بات کوئی نہیں تھی ۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالوں کا علیحدہ علیحدہ مفصّل اور مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا ۔

عیسائیت :۔

مذاہب کے تفصیلی ذکر میں سب سے پہلے عیسائیت کا تذکرہ ہونا چاہیئے ۔

عیسائی زعماء کی طرف سے اس تحریک میں شمولیت سے بحیثیت مجموعی انکار کر دیا گیا تھا اور اس قسم کی تحریکات اور جلسوں کو مُضر بھی قرار دیا گیا تھا ۔ بعض عیسائی لیڈروں نے اگرچہ اس تحریک کے ساتھ ہمدردی کا اظہار بھی کیا لیکن شمولیت سے انکار کر دیا ۔

اس طرح عیسائی مذہب نے جلسہ سے پہلے ہی عملی طور پر شکست تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا ۔ تاہم لاہور کے ایک عیسائی صحافی جان مارلیس صاحب نے ذاتی طور پر اس جلسہ میں شرکت کی ۔ اس کے متعلق سامعین کی گواہی یہ ہے ۔

"عیسائیوں میں سے مسٹر مارلیس صاحب نے تقریر کی اور وہ بڑے بولنے والے آدمی ہیں لیکن ان کے مضمون کا شروع و انجام دو متناقض حصّوں پر مشتمل تھا ۔ اس بات پر بڑا زور دیتے رہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو ضرور اعمال کی جزا ملے گی ۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی ۔ اور پھر یکدفعہ ہی کفارہ کی طرف انتقال کر کے اپنی ساری پہلی بات کو کاٹ گئے ۔ جس سے حاضرین جلسہ پکار اٹھے کہ کرنی بھرنی کہاں گئی ۔" ("چودھویں صدی" یکم فروری ۱۸۹۷ء)

مسلمان لیڈروں کا طرزِ عمل :۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے یہ عجیب بات نظر آتی ہے کہ مسلم رہنماؤں کی نسبت مسلم عوام میں زیادہ دلچسپی اور جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا جارہا تھا ۔ اور اخبارات کے کالموں میں یہ بحث شروع ہو گئی ۔ کہ اس جلسہ میں اسلام کی وکالت کے لئے سب سے زیادہ لائق کون شخص ہے ۔

اس سلسلہ میں جو نام پبلک کے سامنے آئے ان میں حضرت مسیح موعود...... کے علاوہ نمایاں

نام یہ تھے۔

۱۔ سر سید احمد خان صاحب۔

۲۔ سید محمد علی صاحب کانپوری۔

۳۔ مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی۔

۴۔ مولوی عبدالحق صاحب محدث دہلوی۔ مصنف تفسیر حقانی۔

۵۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔

۶۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔

ان میں سے اوّل الذکر سر سید احمد خان صاحب نے جلسہ میں شریک ہونے یا مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی فرمائی۔ اور لکھا کہ وہ کوئی واعظ۔ ناصح یا مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں اور ناصحوں کا ہے۔ کلکتہ کا اخبار "جنرل وگوہر آصفی" سر سید اور دیگر علماء کے اس طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"تحقیق کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری۔ جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی ہمارے مقدس زمرہ علماء میں سے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بتایا۔"

یہ طرز عمل مسلمان علماء کے اس شکست خوردہ کردار کی نشاندہی کرتا ہے جو غیروں کے حملوں کے مقابل پر انہوں نے اختیار کیا ہوا تھا۔ اور اپنے پرائے ہو چکے تھے۔ اور ان کی دینی غیرت سوئی ہوتی تھی۔ اور دین حق اس اکھاڑے میں بے یار و مددگار کھڑا تھا۔ جس کا نقشہ حضرت مسیح موعود نے یوں کھینچا ہے۔ ......

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچوں افواجِ یزید

دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

یہ تو زعماء اسلام کا وہ طبقہ تھا جو میدان سے باہر کھڑا دُور سے نظارہ دیکھ رہا تھا۔ جو طبقہ اس لڑائی میں شامل ہوا وہ آسمانی نوروں سے کس قدر بے نصیب اور اس جنگ کے کس قدر نا اہل تھا۔ اس کا ذکر اسی اخبار جنرل و گوہر آصفی سے سُنیئے۔

"دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے مَا نَحْنُ فِیْھَا میں قدم رکھا مگر الٹا۔ اس لئے انہوں نے یا تو مقررکردہ مضامین پر کوئی گفتگو نہ کی یا بے سرو پا ہانک دیا۔"

ان دو صاحبوں سے مراد محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب تھے۔

یاد رہے کہ اسلام کی طرف سے پانچ افراد کو نمائندگی کرنا تھی۔ ان میں ایک خوش نصیب تو مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب تھے۔ جنہوں نے اپنے مضمون کا وقت حضرت مسیح موعود ...... کو پیش کر دیا۔

دوسرے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو حضرت مسیح موعود...... کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ جب حضور کے مضمون کے لئے زائد وقت دیا گیا تو مولوی صاحب کو بھی خیال پیدا ہوا اور انہوں نے بڑی منت سماجت سے مفتی محمد عبداللہ ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کا وقت بھی حاصل کر لیا۔ اس موقع پر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور نے کیا درست تبصرہ فرمایا تھا۔

" مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں کون سا تیر مارا تھا جو ان کی دوسری تقریر کے لئے وقت رکھا جائے۔" (تاریخ احمدیت جلد ۲ ص۳۸۷)

مگر خدا کی تقدیر انہیں موقعہ فراہم کرنا چاہتی تھی کہ وہ اپنے دل کی حسرتیں نکال لیں۔ مگر وائے حسرت کہ یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ اور وہ موضوع سخن کی طرف نہ آئے۔

ان کے لیکچر کا ذکر بقول اخبار 'چودھویں صدی' سامعین اس طرح کرتے ہیں۔

"مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا۔ وہی ملانی خیالات جن کو ہم لوگ روز سنتے ہیں۔ اس میں کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اٹھ کر چلے گئے۔"

مولوی ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کے لئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی لیکن مرزا صاحب کے لیکچر کو پورا کرنے کے لئے لالہ درگا پرشاد نے آپ سے آپ دس پندرہ منٹ کی اجازت دے دی۔ (چودھویں صدی' یکم فروری ۱۸۹۷ء)

حضور کا لیکچر پھر بھی پورا نہ ہوا تو پبلک کے اصرار پر ایک دن بڑھا دیا گیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے متعلق سامعین کی گواہی ہے۔

مسلمانوں میں سے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا طرز بیان بھی کسی قدر اچھا تھا۔ لیکن عموماً وعظ کی قسم کا تھا۔ فلسفیانہ ڈھنگ کا نہیں تھا جس کی جلسہ کو ضرورت تھی۔

(چودھویں صدی' یکم فروری ۱۸۹۷ء)

الہامی بشارت:۔ اس پس منظر میں حضرت مسیح موعود...... کے ذریعہ دین حق کی شاندار کامرانی کا آغاز اس اشتہار سے ہوتا ہے۔ جو آپ نے جلسہ سے ۵ دن پہلے شائع کیا۔ اور اپنے مضمون کا ذکر کر کے لوگوں کو خاص طور پر اس کے سننے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا:۔

"یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے...... مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ

یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔

پھر آپ نے یہ الہام بیان فرمایا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ

جن میں توحید کے غلبہ اور مذاہب باطلہ کے نیست و نابود ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

حضور کا یہ اشتہار بڑی کثرت سے شائع ہوا اور ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلا دیا گیا۔ اور اس نے اس جلسہ کی دلچسپی میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔

یہ مضمون حضور نے بیماری کی حالت میں اور قلم برداشتہ یعنی بغیر کسی نظر ثانی کے مسلسل تحریر فرمایا تھا۔ اور اس کیفیت نے خدا کے وعدوں کے پورا ہونے کی شان ظاہر کر دی۔

آنکھوں دیکھا حال:۔ یہ چودھویں صدی کا وہ اہم سال تھا۔ ۱۸۹۶ء دسمبر کی ۲۷ تاریخ اور جلسہ کا دوسرا دن جب"...... "حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پُرشوکت اور گونجدار آواز میں حضور کا مضمون پڑھنا شروع کیا۔ اور ہزاروں کے اس اجتماع پر کیف و سرور کا وہ عالم طاری کیا۔ کہ فلک نے آج تک زمین ہند میں یہ منظر نہ دیکھا تھا۔ اور ایسا نظر آتا تھا۔ کہ گویا ملائک آسمان سے نور کے طبق لے کر حاضر ہو گئے تھے۔ اور ہر ایک دل اس کی طرف ایسا کھینچا گیا تھا کہ گویا ایک دست غیب اس کو کشاں کشاں عالم وجد کی طرف لے جا رہا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۶)

دل و دماغ اس آسمانی مائدہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور روحوں کی پیاس کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی تھی کہ وقت کا پیالہ چھلک پڑا مگر ساتھ ہی ایک شور اٹھا کہ ابھی اس دریائے

معرفت کو بہنے دو۔ اگلے مقرر نے بھی اپنا وقت دے دیا۔ مگر ابھی مضمون جاری تھا۔ حاضرین کے اصرار پر ایک گھنٹہ مزید بڑھا دیا گیا۔ شام کے سائے ڈھلنے لگے۔ مگر ابھی مضمون باقی تھا۔ چنانچہ جلسہ کے ایام میں ایک دن کا اضافہ کر دیا گیا۔

۲۹۔ دسمبر کو مقررہ وقت اس مضمون کو سمیٹنے میں ناکام رہا تو اس کا وقت تا اختتام تقریر بڑھا دیا گیا۔ اور اس طرح ساڑھے سات گھنٹوں میں یہ زندگی بخش جام متلاشیانِ حق کو سیراب کرتا رہا۔ اور اپنے اور بیگانے اس مضمون کی عظمت کشش آفرینی کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ ایک الگ وجد آفریں کیفیت ہے۔ جس کی تفصیل الگ حق ادا کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ صرف دو مثالیں ملاحظہ ہوں

پیسہ اخبار کے ایڈیٹر جناب محبوب عالم ...... دوران تقریر اس قدر خوش اور متاثر (تھے) کہ کرسی سے اُچھل اُچھل پڑتے تھے) (مجدد اعظم جلد ا صفحہ ۴۴۸)

اور تو اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی طوعاً و کرھاً قائل ہو گئے کہ یہ تمام تاثیر خدا کی طرف سے تھی۔ اور یہ مضمون حق کی فتح کا موجب ہوا۔

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۶ حاشیہ)

غیر معمولی نشان:۔ یہ مضمون اس پہلو سے بھی ایک غیر معمولی نشان قرار پاتا ہے کہ ۱۸۹۶ء کے آغاز میں حضرت مسیح موعود ...... نے تمام مشہور مخالفین احمدیت علماء کو مباہلہ کی دعوت دی جس کے ساتھ ہی قہری نشانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور اسی سال کے اختتام پر فتح حق کا یہ عظیم نشان ظاہر ہوا۔ جو صرف مسلم دنیا کے لئے نہیں بلکہ تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لئے قرآن کے حق میں عظیم گواہی قرار پایا۔

الغرض اسلامی اصول کی فلاسفی کی تصنیف اور اس کی مقبولیت سچائی کے لئے ایک رفیع الشان نشان تھا جو بہت سے نشانات کا مجموعہ ہے۔ اس کا کسی قدر اجمالی خاکہ یہ ہے۔

۱۔ ۹۴ - ۹۵ء میں کسوف خسوف کے بعد یہ نشان ظاہر ہوا۔

۲۔ اس نشان کا مرکز کسوف و خسوف کی طرح ہندوستان تھا۔

۳۔ ۱۸۹۵ء حضور .... کی طرف سے جلسہ مذاہب عالم کی دعوت دی گئی۔ مگر کسی نے قبول نہ کی۔ پھر ایک ہندو کے ذریعہ حضور .... کی یہ خواہش پوری ہوئی۔

۴۔ ۱۸۹۶ء کے آغاز میں مباہلہ کی دعوت کے چند ماہ کے اندر یہ نشان ظاہر ہوا۔

۵۔ جلسہ سے قبل اشتہار میں مقبولیت کی خبر دی گئی ۔
۶۔ بیماری کے باوجود حضور نے یہ مضمون تحریر فرمایا ۔
۷۔ عام طور پر مسلم علماء کی بے حسی اور شامل ہونے والوں کے مبہم اور نامکمل جوابات ۔
۸۔ عیسائیت کی طرف سے عملی طور پر شکست تسلیم کرنا ۔
۹۔ دس مذاہب کے سولہ نمائندگان میں سب سے بہتر مضمون ۔
۱۰۔ حضرت اقدس کا مضمون سننے کے لئے سامعین کا غیر معمولی شوق اور ہال کا کارروائی شروع ہونے سے پہلے بھر جانا ۔
۱۱۔ مولوی مبارک علی صاحب کا اپنا وقت حضرت اقدس ..... کو دے دینا ۔
۱۲۔ وقت ختم ہونے پر وقت کا بڑھا دیا جانا ۔
۱۳۔ جلسہ کا ایک دن مزید بڑھایا جانا ۔
۱۴۔ مضمون پورا کرنے کے لئے وقت میں مزید اضافہ کرنا پڑا ۔
۱۵۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا دوبارہ وقت لینا ۔ مگر ناکامی ۔
۱۶۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دیگر مخالفین کے اقرار ۔
۱۷۔ سامعین میں مضمون کی غیر معمولی مقبولیت ۔
۱۸۔ بیس کے قریب اردو اور انگریزی اخبارات کا خراجِ تحسین ۔

یہ نشان زندہ ہے :۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ نشان صرف ماضی میں نہیں رہ گیا بلکہ جیسا کہ اس کتاب کا ماضی انتہائی روشن اور نشاناتِ الٰہیہ سے بھرپور ہے ۔ اس کا مستقبل بھی ویسا ہی تابناک ہے ۔ اور یہ کتاب دین کے غلبہ کے لئے زبردست ہتھیار ہے ۔ حضرت مسیح موعود ...... الہاماً یہ خبر دیتے ہیں :۔

"مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی ۔ جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے ۔" (اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء)

پس آج وہ وقت آیا ہے کہ سو سال کے بعد عالمی پیمانے پر یہ مضمون خوب پھیلایا جا رہا ہے ۔ اور دنیا کی ہر قوم کے ہاتھوں میں یہ کتاب اس کی اپنی زبان میں تھمائی جائے گی ۔ پس جوں جوں یہ کتاب پھیلے گی ۔ مذاہب باطلہ پسپا ہوتے چلے جائیں گے ۔ اور سچائی کی پیش قدمی بڑھتی جائے گی ۔ اور جیسا کہ حضور کو خبر دی گئی ۔ خَرِبَتْ خَیْبَرُ کا الہام بھی نئی شان سے پورا ہوگا ۔

تائیدِ حق کا ایک نشان

اِک صدی پہلے کی ہے یہ بات از رُوئے شمار
تھا یہ قولِ حضرتِ مہدی، مسیحِ نامدار

مَیں نے اِک مضمون لکھا ہے بفضلِ کردگار
ہو گا جو تائیدِ حق کا اِک اچھوتا شاہکار

دینِ حق پائے گا اس سے تقویت اور تمکنت
سب مضامیں پر اسے غالب کرے گا کردگار

ہو گا یہ مضمون قرآں کے حقائق کا امین
معجزاتِ حق بھی اس مضموں سے ہونگے آشکار

طاقتِ انسان سے باہر ہے یہ تحریرِ خاص
ہے نشانِ حق یہ تائیدِ خدائے ذی وقار

ہیں حقائق اور معارف درج اس تحریر میں
جن سے ثابت ہے کہ قرآں ہے کلامِ کردگار

میں بیاں کر دوں گا ان پانچوں سوالوں کے جواب
جن کو سُن کر سب ہی بن جائیں گے حیرت کا شکار

تقویت ایماں میں ہوگی روشنی عرفان میں
اور عقائد پختہ بنیادوں پہ ہوں گے استوار

محض ہمدردی بنی آدم کی ہے پیشِ نظر
اس لئے لکھا ہے میں نے اِک مفصّل اشتہار

مجھ کو الہاماً بتایا ہے خدائے پاک نے
تیرا یہ مضمون غلبہ پائے گا انجام کار

دینِ حق کی روشنی پھیلے گی اس مضمون سے
اور یہ بن جائے گا تائیدِ حق کا شاہکار

اس کو حاصل فوقیت ہوگی مری تائید سے
یہ بنے گا سارے عالم کے لئے اک یادگار

غور سے اہلِ مذاہب سُن لیں گر لیکچر مرا
اُن پہ اپنے دین کی ہوگی حقیقت آشکار

سُن کے قرآنی معارف منفعل ہو جائیں گے
اپنے فرسودہ عقائد سے بھی ہوں گے شرمسار

حق جب آئے گا تو پھر باطل فنا ہو جائے گا
کیونکہ ہر باطل کی قسمت ہے رہِ حق سے فرار
ہے کھلا چیلنج یہ اہلِ مذاہب کے لئے
اپنی الہامی کُتب کے کر دیں جوہر آشکار
اپنی الہامی کُتب سے لائیں دعویٰ اور دلیل
من گھڑت باتوں سے کوئی دیں نہ ہو گا پُر وقار
غور سے سُن لیں مگر میری یہ عرض و التجا
ہو نہیں سکتے وہ ہرگز کامیاب و کامگار
کوئی مذہب اب نشاں دکھلا نہیں سکتا کوئی
تا کہ ہو دینِ الٰہی کا تفوّق آشکار
بادۂ عرفاں پلا سکتا نہیں اب کوئی دِین
کیونکہ اب قصّے کہانی پر ہے ان سب کا مدار
مَیں نے دیکھا کشف میں اِک ہاتھ لہراتا ہوا
جو پڑا میرے محل پر آ کے مثلِ دو دستدار
اُسکے مَس کرتے ہی نکلا اُس محل سے ایک نُور
ہو گیا جس سے جہاں میں روشنی کا انتشار

ہاتھ پر میرے پڑی پھر روشنی اُس نُور کی
پھر پکار اٹھا کوئی اللہ اکبر بار بار
اُسکے لب پر لفظِ خیبر بھی تھا اور خربت بھی تھا
یہ اشارہ تھا کہ تائیدِ الٰہی ہے بکار
وہ محل ہے میرا دل جو مہبطِ انوار ہے
اور خیبر ہے یہی باطل مذاہب کی قطار
میرا یہ مضمون ہے خیبر شکن مثلِ علیؓ
جو بنے کا اہلِ باطل کے لئے اک ذوالفقار

سلیم شاہجہانپوری

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

”وہ تمام شدائد اور مصائب اور تکالیف..... جو خدا نے نبیوں اور راستبازوں اور مخالفوں کے ہاتھ سے یا آسمانی قضا و قدر سے پہنچتے ہیں اس قسم کے دکھوں اور تکلیفوں سے وہ تمام شرعی ہدایتیں جو محض علمی طور پر انسان کے دل میں تھیں اس پر وارد ہو کر عملی رنگ میں آجاتی ہیں اور پھر عمل کی زمین سے نشو و نما پاکر کمال تام تک پہنچ جاتی ہیں اور عمل کرنے والوں کو اپنا ہی وجود ایک نسخہ مکمل خدا کی ہدایتوں کا ہو جاتا ہے۔ اور تمام اخلاق عفو اور انتقام اور صبر اور رحم وغیرہ جو صرف دماغ اور دل میں بھرے ہوئے تھے اب تمام اعضاء کو عملی مزاولت کی برکت سے ان سے حصہ ملتا ہے۔ اور وہ تمام جسم پر وارد ہو کر اپنے نقش و نگار اس پر جما دیتے ہیں۔“

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۴)

اسلامی اصول کی فلاسفی کے مضامین پر ایک طائرانہ نظر

دینِ حق کی پُر حکمت تعلیم

محترم ملک جمیل الرحمٰن صاحب رفیق

"جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک ..... سُنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اُس میں پیدا ہوگا۔ اور ایک نیا نُور اُس میں چمک اٹھے گا۔"
(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

یہ کتاب ایک پُر مغز علمی مضمون ہے جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جلسہ مذاہب عالم منعقدہ لاہور مورخہ 26 تا 29 دسمبر 1896ء میں پڑھے جانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے سپرد قلم کیا۔ اس کانفرنس میں مختلف ادیان کے نمائندوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ حاضر ہو کر اپنی اپنی الہامی کتب سے مندرجہ ذیل پانچ سوالات پیش کریں۔

1۔ انسان کی جسمانی' اخلاقی اور روحانی حالتیں
2۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت' یعنی عقبیٰ
3۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟
4۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟
5۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا ہیں؟

اس کتاب میں ان پانچوں سوالات کے کافی و شافی جوابات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے قرآن کریم کی روشنی میں مدلل رنگ میں پیش فرمائے ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

پہلا سوال: انسان کی جسمانی' اخلاقی اور روحانی حالتیں

انسان کی جسمانی حالت:۔ انسان کی جسمانی حالت سے مراد وہ حالت ہے جس میں انسان اپنے خداداد قویٰ اور طبعی جذبات کو عقل و معرفت کی روشنی کے بغیر محض جانوروں کی طرح کام میں لاتا ہے۔ اس حالت میں انسان چارپایوں کی طرح کھانے پینے' سونے جاگنے یا غصہ اور جوش دکھانے وغیرہ میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے۔ اپنے طبعی تقاضے یا جذبات کی تکمیل کے لئے عقل و خرد کے خلاف ناپسندیدہ اور بد راہوں پر چلتا ہے۔ انسان کی اس جسمانی یا طبعی حالت کا سرچشمہ نفس امارہ ہے (یوسف: 54)۔ یعنی وہ نفس جو بری باتوں کا حکم دینے پر بہت دلیر ہے۔ جو انسان کو بے اعتدالیوں اور بدیوں کی طرف لے جاتا ہے۔

اخلاقی حالت:۔ انسان جب اپنی طبعی حالتوں میں عقل و معرفت کے مشورے سے تصرف کرتا ہے اور اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے اس وقت وہ طبعی حالت سے ترقی کر کے اخلاقی حالت میں آجاتا ہے۔ قرآن کریم نے اخلاقی حالت کا سرچشمہ نفس لوامہ کو قرار دیا ہے یعنی وہ نفس جو بدیوں اور بے اعتدالیوں پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ نفس لوامہ کا ذکر سورہ القیامہ کی تیسری آیت میں ان الفاظ میں ملتا ہے:۔ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ اخلاقی حالت میں بھی انسان اپنے طبعی قویٰ اور جذبات سے ہی کام لیتا ہے مگر عقل اور معرفت کی روشنی میں۔ شتر بے مہار کی طرح جذبات و خواہشات سے مغلوب ہو کر ان کی پیروی نہیں کرتا بلکہ سرکشی سے بیزار ہوتا ہے اور اپنے اندر اخلاق فاضلہ جمع کرتا ہے۔ مگر پورے طور پر اسے غلبہ نصیب نہیں ہوتا بلکہ بار بار گرتا ہے اور برائی کا ارتکاب کرتا ہے مگر پھر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ برائیوں سے بچے۔

روحانی حالت:۔ جس طرح انسان طبعی حالت سے ترقی کر کے اخلاقی حالت میں آجاتا ہے اسی طرح اخلاقی حالت سے ترقی کرتے کرتے روحانی حالت میں داخل ہو جاتا ہے۔ روحانی حالت کا سرچشمہ قرآن کریم نے سورہ الفجر میں نفس مطمئنہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

یا یتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی
(آیت 28 تا 31)

یعنی اے نفس اطمینان یافتہ جو خدا سے اطمینان پا گیا' اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا اور میرے بہشت کے اندر آجا۔ اس حالت میں محبت الٰہی انسان کی غذا ہوتی ہے اور اسی زندگی بخش چشمے سے وہ پیتا ہے اور اس لئے موت سے نجات پاتا ہے۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہے کہ طبعی' اخلاقی اور روحانی حالتیں آپس میں باہمی ربط رکھتی ہیں۔ طبعی حالتیں عقل و معرفت کے تحت آ کر اخلاقی حالتیں بن جاتی اور اخلاقی حالتیں جب خدا کی خوشنودی کی خاطر صادر ہوں تو

وہی روحانی حالتیں بن جاتی ہیں۔ یعنی انسان قویٰ اور جذبات کا استعمال عقل کے تحت ہونے کے علاوہ جب خدا کی خوشنودی کی خاطر ہو تو یہ روحانی حالت ہے۔

چونکہ طبعی تقاضے بعض اوقات بہت خطرناک ہو جاتے ہیں اس لئے اخلاق اور روحانیت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے کھانے پینے کے بارہ میں بھی شرعی احکام دیئے ہیں۔ جسم کا اثر ضرور روح پر پڑتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اخلاق اور روحانیت کی حفاظت کے لئے جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں شادی بیاہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں، حرام و حلال کھانوں کے بارہ میں شرائع مذکور ہیں۔ اس تعلق میں بڑے تفصیلی احکام کلام الٰہی میں پائے جاتے ہیں۔

طبعی حالتوں میں سے ایک حالت جو انسان کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہے ایک برتر ہستی کی تلاش ہے۔ اس طبعی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر بڑے معقول دلائل دیئے ہیں۔

قرآن کریم کا منشاء اصلاحات ثلاثہ ہے۔ طبعی حالتیں تعدیل کے بعد اخلاق بن جاتی ہیں۔ پھر ترقی کر کے روحانیت کے اعلیٰ مقام پر جا پہنچتی ہیں جہاں سے گرنے کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔

دوسرا سوال: انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ؟

موت کے بعد والی حالت کوئی نئی حالت نہیں بلکہ دنیوی زندگی کی حالتیں ہی زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں۔ دنیا میں عقائد و اعمال کی اچھی یا بری حالت مخفی رہتی ہے مگر آخرت میں ظاہر ہو جائے گی۔ دنیا میں جو اعمال انسان کرتا ہے اس کے نقوش پوشیدہ طور پر جمتے چلے جاتے ہیں۔ انسان کے مرنے کے ساتھ ہی انسانی روح کو جو اس خاکی جسم سے علیحدہ ہوتی ہے فوری طور پر ایک لطیف جسم مل جاتا ہے جو کہ اعمال کے نیک و بد ہونے کے مطابق نورانی یا ظلماتی ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ آخرت میں انسان اپنے اعمال نیک یا بد کا مزہ چکھے۔

روح کسی صورت میں جسم کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس دنیا میں چند روزہ زندگی میں بھی روح جسم کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی تو آخرت کی لامحدود طویل زندگی میں کیونکر روح بغیر جسم کے قائم رہ سکتی ہے۔ ہاں آخرت میں جو جسم ہو گا وہ اس جسم کی طرح کثیف نہیں ہو گا بلکہ انتہائی لطیف ہو گا جس کے اندر اس سے بھی لطیف تر روح ہو گی اور یہ روحانی جسم اس دنیا میں انسانی اعمال کے مطابق اچھا یا برا ہو گا یا نورانی یا ظلماتی ہو گا۔ چونکہ اعمال نے عالم معاد میں جسم کی صورت اختیار کرنی ہے لہٰذا جو اس دنیا میں روحانی لحاظ سے اندھا ہو گا وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ اس سے ظاہر ہے اگر کہ کوئی برے کام چھپ کر بھی اس دنیا میں کرے گا تو آخرت میں

اس کا نتیجہ انسان کی اس حالت میں ظاہر ہو جائے گا جو سب کو نظر آئے گا۔
عالم معاد میں ترقیات لامتناہی ہیں' گرنے کا خطرہ نہیں ہو گا' روحانی سفر آگے ہی آگے مثبت طور پر جاری رہے گا۔ ہاں مختلف لوگ مختلف درجات میں ہوں گے مگر ہر دم ترقی کی طرف گامزن' مگر کوئی تھکان اور تکلیف نہ ہو گی۔

تیسرا سوال :- دنیا میں انسان کی زندگی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

قرآن کریم کی رو سے انسان کی زندگی کا اصل مدعا سورہ الذاریات میں بیان ہوا ہے :-
وما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون (آیت:57)
یعنی میں نے جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری عبادت کریں۔ انسان کی زندگی کا مقصد و مدعا خالق ہی بتا سکتا ہے کہ کس مقصد کے لئے اس نے اسے پیدا کیا ہے۔ مخلوق کا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی پیدائش کا کوئی مقصد مقرر کرے۔ سو خالق نے قرآن کریم میں بتا دیا کہ انسانی پیدائش کا اصل مدعا کیا ہے۔
انسانی زندگی کے اصل مدعا کے حصول کے متعدد وسائل ہیں جن میں آٹھ اہم وسیلے درج ذیل ہیں :-
پہلا وسیلہ :- خدا پر ایمان۔ یعنی سچے خدا پر ایمان لایا جائے کیونکہ اگر کوئی پرند' چرند یا عناصر یا انسان کے بچے کو خدا بنا بیٹھا ہے تو اس کا پہلا قدم ہی غلط ہے۔ پس لازم ہے کہ انسان کسی مخلوق کو کبھی خدا نہ سمجھے۔
دوسرا وسیلہ :- خدا کے حسن و جمال پر اطلاع پانا۔ حسن ایک ایسی چیز ہے جو بالطبع انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ حسن باری تعالیٰ اس کی وحدانیت ہے اور اس کی عظمت' بزرگی اور صفات ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کی سورہ الاخلاص میں ہے۔
تیسرا وسیلہ :- مقصود حقیقی تک پہنچنے کا تیسرا وسیلہ خدا کے احسان پر اطلاع پانا ہے کیونکہ محبت کی محرک دو ہی چیزیں ہیں حسن یا احسان۔ سورہ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی احسانی صفات کا خلاصہ رب' رحمن' رحیم اور مالک یوم الدین میں بیان فرمایا ہے۔ خدا کے احسانات بے حد و بے شمار ہیں۔ فرماتا ہے
وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا (ابراہیم:35)
یعنی اگر خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز گن نہ سکو گے۔
چوتھا وسیلہ :- دعا۔ فرماتا ہے

ادعونی استجب لکم (المومن:61)

کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔ دعا کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اور اس کا حقیقی عبد بن سکتا ہے۔

پانچواں وسیلہ:۔ مقصود حقیقی کو پانے کے لئے قرآن کریم نے مجاہدہ کو بھی وسیلہ ٹھہرایا ہے۔ فرماتا ہے

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (العنکبوت:70)

کہ جو لوگ ہماری راہ میں ہر ایک طور سے مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں دکھاتے ہیں۔ پس انسان کو اپنا مال اور اپنی طاقتیں اور صلاحیتیں خدا کی راہ میں خرچ کرنی ضروری ہیں تاکہ انسان زندگی کے مقصود کو پالے۔ اپنے خالق حقیقی کا وصال حاصل کرے۔

چھٹا وسیلہ:۔ استقامت بھی اصل مقصود پانے کا وسیلہ ہے۔ فرماتا ہے

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الاّ تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ○ (حٰم السجدہ آیت: ۳۱-۳۲)

اس میں استقامت اور ثابت قدمی کو مقصود اصلی پانے کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

ساتواں وسیلہ:۔ راستبازوں کی صحبت اور ان کے کامل نمونوں کو دیکھنا بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔ فرماتا ہے کونوا مع الصادقین (التوبہ: 119) کہ تم ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو راستباز ہیں۔ انسان طبعاً نمونے کا محتاج ہے اور کامل نمونہ شوق کو بڑھاتا اور ہمت کو بلند کرتا ہے۔

آٹھواں وسیلہ:۔ پاک کشف' پاک الہام اور پاک خوابیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خدا کی طرف جانے والا رستہ دقیق در دقیق ہے اور بہت دشوار گزار ہے۔ اس کے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دکھ لگے ہوئے ہیں لہٰذا اگر ساتھ ساتھ خدا کی طرف سے پاک کشف' پاک الہام اور پاک خوابوں کے ذریعے انسان کو تسلی نہ ملے تو وہ ناامید ہو کر قدم بڑھانا ترک کر سکتا ہے۔ پس فرماتا ہے

لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ (یونس:65)

کہ ان کے لئے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ خدا کی طرف سے خوشخبریوں کے نتیجے میں انسان کی کمر ہمت بندھتی ہے اور وہ قرب الٰہی کی منازل تیزی سے طے کرتا ہے۔

○ ○

چوتھا سوال: کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟

اعمال کا اثر دنیا میں: نیک اعمال کا اثر دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ انسان وحشیانہ حالت سے نکل کر با اخلاق انسان بنتا ہے اور پھر مزید ترقی کرتے کرتے باخدا انسان بن جاتا ہے۔

اعمال کا اثر عاقبت میں: آخرت میں اعمال کا اثر نئی زندگی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ نیک انسان کو خدا تعالیٰ روحانی اتصال سے کھلے کھلے دیدار کے طور پر نظر آئے گا۔ اس کے نیک اعمال بہشت اور اس کے درختوں اور نہروں وغیرہ کی طرح متمثل ہو کر دکھائی دیں گے۔

پانچواں سوال: علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا ہیں؟

قرآن کریم کی رو سے علم کی تین قسمیں ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔

علم الیقین: کسی چیز کا علم بالواسطہ حاصل کرنا علم الیقین کہلاتا ہے۔ یعنی کسی چیز کو براہ راست مشاہدہ نہ کرنا بلکہ کسی کو اور چیز کو دیکھ کر کسی دوسری چیز کے وجود کا استنباط کرنا۔ مثلاً دور سے دھواں دیکھ کر یہ استنباط کرنا کہ وہاں آگ ہے۔ اگرچہ آگ کو آنکھوں سے دیکھا نہ ہو۔

علم الیقین کے حصول کے ذرائع عقل اور منقولات ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ دوزخیوں کے متعلق حکایتاً فرماتا ہے۔

قالوا لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی اصحٰب السّعیر (الملک: 11)

یعنی دوزخی کہیں گے کہ ہم عقلمند ہوتے اور مذہب اور عقیدہ کو معقول طریقوں سے آزماتے یا کامل عقلمندوں اور محققوں کی تحریروں اور تقریروں کو توجہ سے سنتے تو آج دوزخ میں نہ پڑتے۔ سماع (سننے) سے بھی علم الیقین حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً لندن نہیں دیکھا مگر جنہوں نے دیکھا ان سے سنتے ہیں کہ لندن ایک شہر ہے۔ قرآن کریم میں سماع اور عقلی دلائل سے بھی صداقت ثابت کی گئی ہے۔

انسانی فطرت بھی علم الیقین کا ایک ذریعہ ہے۔ اگرچہ اس میں ظاہری انتقال نہیں مگر ایک لطیف انتقال موجود ہے۔ ذہنی انتقال۔ مثلاً خدا کی ذات کے بارے میں کہ وہ کیسی ہونی چاہیئے۔ کیا فطرت مانتی ہے کہ خدا کمزور ہو یا انسان کے ہاتھوں دکھ اٹھانے والا ہونا چاہیئے یا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

عین الیقین: یہ بلاواسطہ یا براہ راست علم ہے۔ یقین اور اس چیز کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔ مثلاً

براہ راست آگ کو آنکھ سے دیکھنا نہ کہ دور سے دھواں دیکھ کر سمجھ جانا کہ وہاں آگ موجود ہے۔ اسی طرح سونگھ کر خوشبو یا بدبو معلوم کرنا، قوت حاسہ کے ذریعے گرم و سرد معلوم کرنا۔

آخرت کے بارہ میں ہمارا علم الٰہیات تب عین الیقین کی حد تک پہنچتا ہے جب ہم خود بلاواسطہ الہام پائیں۔ زندہ خدا کا اناالموجود کہنا معرفت کا مرتبہ عطا کرتا ہے۔ یہاں الہام سے یہ مراد نہیں کہ کبھی کوئی لفظ یا فقرہ الہام ہوگیا بلکہ وہ الہام جو عین الیقین کا مرتبہ عطا کرتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی نشست میں بندہ اپنے رب سے کچھ عرض کرے اور خدا اسے جواب دے، پھر کوئی اور عرض کرے اور خدا اسے جواب دے۔ اسی طرح دس بار بندہ مختلف معروضات خدا کے سامنے پیش کرے اور خدا اسے جواب دے۔ یہ وہ الہام ہے جس سے عین الیقین والا علم حاصل ہوتا ہے۔ کامل علم کا ذریعہ درحقیقت الہام ہی ہے۔

حق الیقین:۔ علم کا تیسرا ذریعہ وہ امور ہیں جو حق الیقین کے مرتبے پر ہیں۔ وہ تمام شدائد اور مصائب جو انبیاء اور راستبازوں کو مخالفوں کے ہاتھ سے یا آسمانی قضاء و قدر سے پہنچتے ہیں ان پر صبر کرنے سے تمام شرعی ہدایتیں جو پہلے محض علمی طور پر انسان کے دل میں تھیں اس پر وارد ہو کر عملی رنگ میں آجاتی ہیں اور عمل کرنے والوں کا اپنا ہی وجود ایک مکمل نسخہ خدا کی ہدایتوں کا ہو جاتا ہے۔ وہ تمام اخلاق، عفو، انتقام، صبر اور رحم وغیرہ جو دل و دماغ میں بھرے ہوئے تھے اب تمام اعضاء کی عملی مزاولت کی برکت سے ان سے حصہ ملتا ہے اور وہ تمام جسم پر وارد ہو کر اپنے نقش و نگار اس پر جما دیتے ہیں۔

جس طرح مال تجارت سے بڑھتا ہے ایسا ہی علم عملی مزاولت سے اپنے روحانی کمال کو پہنچتا ہے۔ مزاولت سے علم میں نور آجاتا ہے اور یہی علم کا حق الیقین کے مرتبے تک پہنچنا ہے۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے دو زمانے ہیں۔ یعنی دکھوں اور کامیابی کے زمانے۔ بعض لوگ مصیبت کو برداشت نہ کرنے پر خودکشی کی طرف دوڑتے ہیں۔ طاقت آجانے پر لوگ مخالفوں پر تعدی اور ظلم کرتے ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے شدید دکھوں اور تکلیفوں اور اذیتوں کا لمبا زمانہ انتہائی صبر و شکر سے گزارا، معجزانہ ثابت قدمی دکھائی بلکہ اس دور میں آپ کے اخلاق عالیہ خوب ظاہر ہوئے۔ فتحیابی کے بعد مخالفوں پر پورا اقتدار رکھنے کے باوجود فیاضانہ معافی کا اعلان فرمایا۔ لوگوں نے آپ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک خدا کی طرف اور **حقیقۃً** راستباز نہ ہو وہ یہ اخلاق ہرگز نہیں دکھلا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دشمنوں کے پرانے کینے یکلخت دور ہو گئے۔

جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۱۸۹۶ء کے مضامین پر عمومی تبصرہ

اللہ اکبر خربت خیبر کا رُوح پرور نظارہ

محترم شبیر احمد صاحب ثاقب

"یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا"

"اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ"

۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء کے جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں مختلف مذاہب کے نمائندوں کی طرف سے مقررہ سوالات کے جوابات کی صورت میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں پر مضامین پڑھے گئے۔ ان کے موازنہ سے یہ ثابت ہے کہ دین حق ہی وہ مذہب ہے جو تمام سچائیوں سے معمور ہے۔ جو ہر ایک سلیم الفطرت کو اپنی طرف کھینچ کر اپنے محبوب حقیقی سے ملاتا ہے۔

○

اس تفصیل سے قبل کہ کس نے کیا بیان کیا۔ ان سوالات کا یہاں درج کرنا ضروری ہے۔ جن کا جواب تمام نمائندگان کے لئے لازم تھا۔ سوالات درج ذیل تھے۔

۱۔ انسان کی جسمانی، اخلاقی اور رُوحانی حالتیں۔

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔

۳۔ دنیا میں انسان کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

مندرجہ ذیل مذاہب کے نمائندے اس جلسہ اعظم مذاہب میں شریک ہوئے ۔

۱۔ سناتن دھرم
۲۔ ہندو ازم
۳۔ آریہ سماج
۴۔ فری تھنکر
۵۔ برہمو سماج
۶۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی
۷۔ ریلیجن آف ہارمنی
۸۔ عیسائیت
۹۔ سکھ ازم
۱۰۔ اسلام

O

ان سوالات کے جو جواب مختلف مذاہب کے نمائندگان نے دئے ان کا موازنہ کرتے ہوئے ایک عمومی تبصرہ یہاں دیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس نے اپنے مذہب کی نمائندگی کا حق کہاں تک ادا کیا اور کون سا مذہب اپنی سچائی کے نور سے سب پر غالب رہا۔

اس جلسہ میں سب سے پہلی تقریر جناب پنڈت الیشری پرشاد صاحب سناتن دھرم نے کی، پنڈت صاحب نے باقی سوالات کو چھوڑتے ہوئے صرف تیسرے سوال کی طرف التفات کیا اور کہا:۔

"میں اس وقت صرف درباب اس سوال کے پیش کروں گا کہ " دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح حاصل ہو سکتی ہے "۔ کیونکہ باقی ہر چہار مضمون دراصل اس کی جزو ہیں"۔ نیز آپ نے یہ بھی اعتراف کیا کہ " اس موقعہ پر میں اس جماعت کے کسی حصہ کی طرف سے باضابطہ وکیل کی طرح منتخب ہو کر کھڑا نہیں ہوا ۔ اس لئے جن خیالات کو میں ظاہر کروں گا وہ خاص میرے ذاتی بطور سناتن دھرمی ہندو کے تصور کئے جائیں ۔" (رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۹)

پنڈت صاحب نے بیان کیا کہ

"ہمارے رشیوں نے جو بھاری نظام تجویز کیا ہے .... وہ برہمن کھتری وغیرہ ذاتوں کا نظام اور اس کے متعلق آشرم دھرموں سے ہے ۔"

پھر مزید کہا کہ چونکہ انسان دنیا وی نیز آتمک حالتوں کے لحاظ سے مختلف درجات پر ہیں ۔ اس لئے ہمارے بزرگوں نے ان کے واسطے آخری مدعا (جس کا ذکر ہو چکا ہے) کے حاصل کرنے کے لئے وسائل بھی مختلف تجویز کئے ہیں ۔ اس کے بعد ان پانچ وسائل کا ذکر کیا ہے ۔ پنڈت صاحب کا جواب مذکورہ سوالات کو کہاں تک حل کر سکا ہے قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں ۔

○

اسلام کی نمائندگی میں جناب ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کھڑے ہوئے ۔ لیکن مولوی صاحب مذکورہ سوالات کے جوابات پر توجہ دینے کی بجائے نبوت اور معجزہ پر غیر متعلق بحث کرتے رہے ۔ اور باربار اپنے مضمون میں "میں اس کی تشریح بعد میں کروں گا" یا "اس کی تفصیل میرے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں دیکھیں" کا ذکر کرتے رہے اور آخر تک نفسِ مضمون کی طرف نہ آئے ۔

○

ان کے بعد تھیوسوفیکل سوسائٹی کے نمائندے جناب بررودا کنتہ صاحب پلیڈر سیکرٹری تھیوسوفیکل سوسائٹی پنجاب ان سوالات کے جواب کیلئے آئے ۔ موصوف کی ساری تقریر ان الفاظ کے گرد گھومتی رہی "سچ ۔ تیاگ اور بنیای" اس کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہو جائے اور نہ ہلے ۔ نیز خواہش، محبت اور نفرت پر کچھ بیان کیا جو ظاہر ہے مذکورہ سوالات میں سے کسی سے بھی براہ راست تعلق نہ رکھتا تھا ۔

○

ان کے بعد جناب مولوی ثناء اللہ صاحب تشریف لائے ۔ جناب مولوی صاحب نے جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کے متعلق آیاتِ قرآنیہ اور احادیث سے کسی قدر روشنی ڈالی ۔ نیز تیسرے سوال انسان کی ہستی کی اصل غرض اور وہ غرض کس طرح پوری ہوسکتی ہے پر بھی آیاتِ قرآنیہ مثلاً مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اور اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۔۔ ...... الخ پیش کیں ۔ مگر ان سے کوئی استدلال نہیں کیا ۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ موصوف نے باقی سوالات کو تو چھیڑا تک نہیں ۔ (تفصیل مطبوعہ رپورٹ ص ۵۸ تا ۶۶)

○

پھر جناب بابو بیچارام صاحب سابق پریذیڈنٹ آریہ سماج سکھر ان سوالات کے جواب کے لئے کھڑے ہوئے ۔ آپ نے بھی باقی سوالات سے اعراض کرتے ہوئے صرف تیسرے سوال یعنی انسان کی ہستی کا مقصد کیا ہے اور یہ کس ذریعہ سے پورا ہوسکتا ہے کے متعلق کہا "میں اس پر بحث کروں گا" فرمایا "مذہب کے ذریعہ سے انسان کی زندگی کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے .... دھرم سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے ۔ پھر "خوشی" کو مقصد زندگی قرار دیا ۔ اور آخر میں کہا ۔ خداپرستی اصل گھر ہے ۔ اس لئے خانہ دار کو خداپرست ہونا لازم ہے" اور یہ کہ یہ مقصد کیسے حاصل ہو اس کی نہ تفصیل دی اور نہ اشارہ ہے ۔ قارئین کے لئے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ بابو بیچارام صاحب مقصد حیات کا بھی

تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔

○

جناب پنڈت گوردھن داس صاحب فری تھنکر زیر غور سوالات کے جواب کے لئے تشریف لائے۔ آپ ازمنہ گذشتہ اور ماضی کے قصے کہانیوں اور تاریخ انسانی کے نشیب و فراز کو یوں پیش کرتے ہیں:

"صاحبان میں نے انسانی زندگی کی جسمانی، عقلی اور اخلاقی حالتوں کے دکھانے میں کوشش کی ہے اور جو کچھ ان بیانات سے نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کی غرض بس یہی ہے کہ ہم اپنی ہستی کے تمام اجزاء اور قویٰ کا ہم آہنگی کے ساتھ نشو و نما کریں۔ اگر انتخاب کی نگاہ سے وہ تمام چیزیں دریافت کر کے اختیار کرلیں جس سے نسل انسانی کی بہتری اور فائدہ ہو۔ ایسا ہی ان باتوں کو ترک کریں جو اس کے برخلاف ہوں تو بے شک ہم زندگی کی تھیوری پر قابض ہو جائیں گے۔

دوسرے سوال کے جواب میں بیان کیا:

"میں تھوڑا سا بیان اس حالت کا بھی کر دیتا ہوں جو لوگ کہتے ہیں کہ موت کے بعد پیش آتی ہے۔ "یہ تمام کی تمام قیاسی حالت (بعد از وفات) محض ہوا میں محل ہے۔" ..... "یہ عمل ثابت کرنے کے لئے کوئی بھی شہادت نہیں ہے کہ ہمارا النفس جس کا نام روح رکھ چھوڑا ہے ہمارے جسم سے پہلے بھی تھا تو پھر کیوں موت کے بعد اس کی بقا ہو۔"

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ کیا یہ سوال متعلقہ کا جواب ہے؟

آزاد سوچ کے مالک جناب پنڈت گوردھن صاحب نے کسی اور سوال کا جواب نہیں دیا۔

○

پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد دین حق کے بطل جلیل کے مضمون سے دین حق کا حسن و جمال بیان کیا جانا تھا۔ درمیانی وقفہ میں ہی ہجوم خلائق ہوگیا اور ہال پوری طرح بھر گیا۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے مضمون کو حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی جیسے فصیح اللسان مقرر نے پیش کیا۔ چنانچہ پہلے سوال انسان کی طبعی حالتوں کو نہایت شرح و بسط سے بدلائل قرآنیہ پیش کیا جا رہا تھا۔ اور ابھی پہلے سوال کا جواب پورا نہ ہوا تھا کہ اجلاس کا وقت ختم ہوگیا۔ چنانچہ سامعین کے اصرار اور انتظامیہ کے فیصلہ پر ۲۹ دسمبر کا دن حضرت اقدس کے مضمون کے لئے بڑھا دیا گیا۔ اس مضمون کے محاسن دوسری جگہ بیان کئے جا رہے ہیں۔

○

۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی صاحب کی دوبارہ تقریر تھی ۔ مولوی صاحب نے حسب سابق مقررہ سوالات کا جواب دینے کی بجائے غیر متعلق مباحث اٹھائے اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کی طرف بار بار اشارہ کیا ۔ انہوں نے سوالات کا جواب دینے کی بجائے نبوت اور معجزہ کی بحث کرتے ہو کہا کہ

" انبیاء فوت ہو چکے اُمتِ محمدیہ کے بزرگ ختم ہو چکے ۔ وارثِ انبیاء ولی تھے وہ کرامات رکھتے تھے ۔ لیکن وہ نظر نہیں آتے زیرِ زمین ہو گئے ۔ آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے اور ہم کو گذشتہ اخبار کی طرف حوالہ کرنا پڑتا ہے ۔ ہم نہیں دکھا سکتے ۔" (رپورٹ ص۱۴۷)

اس بیان پر کسی تنقید کی بجائے اخبار چودھویں صدی راولپنڈی کا تبصرہ ہی کافی رہے گا ۔ اخبار نے لکھا :

" مولوی محمد حسین بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا ۔ وہی مُلّائی خیالات تھے جن کو ہم لوگ ہر روز سُنتے ہیں ۔" (اخبار چودھویں صدی ۔ راولپنڈی بمطابق یکم فروری ۱۸۹۷ء
بحوالہ رُوحانی خزائن جلد ۱۰ ص۱۵)

○

سکھ ازم کے نمائندہ جناب سردار جواہر سنگھ سیکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور مذکورہ سوالات کے جواب کے لئے آئے ۔ اور بیان کیا ۔

" صاحبان میری گفت گو پانچ سوالوں میں سے صرف پہلے سوال پر ہو گی ۔ آغاز میں سکھ ازم کے متعلق بعض دعاوی بیان کئے کہ وہ سب سے آخری مذہب ہے ۔

سردار صاحب نے بیان کیا کہ " سکھ مذہب کی رُو سے ہم لوگ اپنے جسم کو اس طرح رکھتے ہیں جیسے کہ پیدا ہوئے ہیں ۔ یعنی بالوں کا کٹوانا یا ختنہ وغیرہ نہیں کرتے ۔" اس کے متعلق کہتے ہیں کہ گرنتھ صاحب میں ہے " پرماتما نے جو دیا ہے اس کو بڑھاؤ ۔" کیونکہ اخلاقی اور روحانی باتوں کا مدار جسم پر ہے ۔ اس لئے خالصہ دھرم یہ تعلیم دیتا ہے کہ اے لوگو تم جسم کی اچھی طرح پرورش کرو برت وغیرہ کرنے سے کمزور نہ بن جاؤ ۔" ...... جسم ۔ مٹی ، پانی ، آگ اور ہوا سے بنا ہے ۔ یہ عناصر ایک دوسرے سے درجہ وار لطیف ہیں ۔ ان سب کا بنانے والا خدا ان سب سے زیادہ لطیف ہے ۔ اس ترکیب سے گرو صاحب نے لوگوں کو سفلی درجہ سے آسمانی درجہ کی طرف راہ دکھائی ہے ۔ سردار صاحب کے ان

غیر واضح بیانات نے کہاں تک انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ کسی تنقید و تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر دوسرے سوال کے جواب کیلئے سردار صاحب اسی پر اکتفا کرتے ہیں:۔

"ہم میں یہ طاقت نہیں کہ آئندہ کی زندگی کی بابت کچھ رائے لگائیں۔" (رپورٹ ص۱۵۸)

پانچویں سوال کی طرف توجہ کرتے ہوئے سردار جی نے یوں بیان کیا۔ "کسی طریقہ یا کوشش سے اصل گیان نہیں ملتا بلکہ وہ اُسی کو ملتا ہے جس کے لئے خدا کی درگاہ سے حکم معرفت آئے۔" (ص۱۵۹)

گویا نہ کسی کوشش کی ضرورت نہ اسباب کے اختیار کرنے کی احتیاج۔ اس طرح اگر سردار جی کے اصول کو مانیں تو سب جہاں میں تمام سکول کالج و دیگر ذرائع حصول علم کے مسدود کئے جانے کے لائق ہیں کیونکہ بقول اُن کے کسی کوشش سے اصل گیان نہیں ملتا۔"

برہمو سماج کے لیڈر جناب لالہ کانشی رام صاحب سیکرٹری برہمو سماج و جائنٹ سیکرٹری جلسہ مذاہب نے یہ نقطہ نظر پیش کیا۔

"دنیا میں ایسے انسان بہت ہی تھوڑے ہیں جو فکر کے ساتھ کبھی آئندہ زندگی کے متعلق سوچتے ہیں۔" (ص۱۶۳)

مزید بیان کرتے ہیں "اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ نہ کوئی آئندہ زندگی ہے، نہ بہشت نہ دوزخ اور نہ کوئی روز انصاف ہے۔ مسئلہ بقا پر خواہ ہم کسی پہلو سے غور کریں...... اس بات کو ماننے کے لئے زبردست ثبوت موجود ہے کہ انسان کی زندگی کا خاتمہ اس سے زیادہ اعلیٰ اور شریف تر زندگی کا آغاز ہے جس کا نام ہم نے موت رکھا ہے۔"

اس سے ہر پڑھنے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مقررہ سوالات میں سے یہ کسی ایک سوال کا بھی مکمل جواب نہیں کہلا سکتا۔ ہاں اقرار آخرت و عقبیٰ ضرور ہے اور بس۔

لالہ رام جی داس صاحب جو لاہور کے مشہور فیلسوف اور ریلیجن آف ہارمنی کے بہاری ایڈووکیٹ ہیں نے بیان کیا "سب سے پہلے میں پانچویں سوال کے متعلق کچھ عرض کروں گا کہ علم کے ذرائع کیا ہیں، علم کے ذریعے چار ہیں۔ i۔ حواس خمسہ۔ ii۔ دلائل منطق۔ iii۔ شہادت تواریخ iv۔ انٹیوشن (وجدان)

پھر پہلے سوال پر آئے اور اس قدر بیان کیا:۔

"انسان نے جسمانی حالت کی اصلاح کرنے میں بہت ترقی کی ہے اور زمانہ ان حالات کو خود ریفارم

کر رہا ہے۔ اب ریل بن گئی۔ ایسا ہی ان تمام کاموں میں جن میں کسی حصۂ جسم کو دخل تھا بہت ترقی ہو رہی ہے، اس پر تبصرہ نہ کرنا مناسب ہے۔

اخلاقی حالتوں کا ذکر یوں کرتے ہیں: اخلاقی حالتیں انسان کی مختلف ہیں۔ پاکیزگی کا اختیار کرنا، محبت رکھنا۔ دوسروں کی خدمت کے لئے آٹھوں پہر تیار رہنا اور ان کی خدمت میں لگ جانا یہی اخلاقی امور ہیں۔

باقی رہی روحانی حالت۔ روحانی انسان وہی ہے جسے موت کا ڈر نہیں۔ جو ہر ایک کتاب کو کلام مجید جانے۔ دوسرے سوال کے جواب میں بیان کرتے ہیں۔

"ممکن نہیں ابدی جہنم ہو۔ کوئی آگے کوئی پیچھے۔ سب کے سب آخر کار خدا تک پہنچ جاویں گے اور وہاں جا کر سمجھیں گے ہنوز ابتداء ہی ہے۔...... عالم ارواح کی حقیقت کا سمجھنا یہاں نہیں ہو سکتا۔" (رپورٹ صـ ۱۶۶)

اوّل تو ایک ادھورا اور نا تمام سا جواب ہے پھر بے دلیل ہے کہ کہیں کوئی آگے پیچھے جائے گا۔ الٰہی کتاب سے نہ کوئی دلیل لائے ہیں نہ کوئی ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

تیسرے سوال کے جواب میں بیان کیا۔ "زندگی کی بڑی غرضیں تین ہیں۔ i۔ راحت ii۔ راستی iii۔ پاکیزگی۔" ان کے کیا ذرائع ہیں۔ حقیقی راحت کسے کہتے ہیں۔ راستی اور پاکیزگی میں کیا فرق ہے۔ یہ کیا تبدیلی پیدا کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ موصوف کے جوابات تشنہ ہیں۔

اس کے بعد جری اللہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ...... کا باقی مضمون پیش کیا گیا۔ کارروائی ۹½ بجے شروع ہوئی تھی۔ لیکن ابھی نو نہ بجے تھے کہ ہجوم خلائق اور شائقین کے جم غفیر سے جلسہ گاہ لبالب بھر چکی تھی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت فصاحت و بلاغت سے بقیہ سوالات کے جوابات سنانے شروع کئے۔ سامعین ایک ایک فقرہ پہ صدائے آفرین بلند کرتے رہے۔ یہ لیکچر نہایت دلجمعی کے ساتھ سنایا گیا۔ جس کی ہر خاص و عام نے تعریف کی اور اخبارات و رسائل نے شاندار ریویو لکھے۔ (اس تقریر کے محاسن دوسری جگہ بیان کئے جا رہے ہیں)

اس کے بعد پنڈت گوپی ناتھ صاحب تشریف لائے اور اعتراف حقیقت کرتے ہوئے کہا۔ یہ خیال نہ کیا جاوے کہ میں اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ کما حقہ اس عالی شان سناتن دھرم کی عظمت اور اس کی خوبیوں کا ذکر

کر سکوں ۔ پھر اپنے مذہب کی چھ خوبیوں کا ذکر کیا ہے ۔ جن میں سے کوئی بھی سوالات مذکورہ کے جواب پر مشتمل نہ تھی ۔ ان کے محض ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

۱۔ ابتدائے آفرینش سے اگر کوئی مذہب چلا آ رہا ہے تو یہی سناتن دھرم ہے ۔

۲۔ اگرچہ اس کی ابتداء کا کسی کو علم نہیں مگر یہ اب تک قائم ہے ۔

۳۔ دنیا میں اگر قدیم سے قدیم کوئی مذہبی کتاب دستیاب ہو سکتی ہے تو وہ سناتن ہندو دھرم کی ہے ۔

۴۔ یہ مذہب کسی شخص یا پیغمبر وغیرہ کے نام پر نہیں چلا ۔

۵۔ سناتن دھرم نجات کو کسی مذہب پر محدود نہیں کرتا ۔ اور تبدیلئ مذہب کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے ۔

۶۔ سناتن دھرم کسی دوسرے مذہب کو بگاڑنا نہیں چاہتا ۔ اور غیر مذاہب کو اپنے میں نہیں ملاتا ۔

۷۔ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ ۔ امیر غریب سب کے لئے الگ نجات کا راستہ بناتا ہے ۔

۸۔ یہ کسی آرزو یا خواہش یا مقصد کو سامنے رکھ کر پرستش کی تعلیم نہیں دیتا ۔

۹۔ دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کر دوسرا تمہارے ساتھ کرے ۔

۱۰۔ سناتن دھرم کو علمی ترقی سے خوف نہیں بلکہ جہالت سے خوف ہے ۔

○

ان کے بعد جناب پنڈت بھانودت صاحب آئے اور صرف تیسرے سوال ۔ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے کا ذکر کیا اور کہا کہ میں ہندو شاستر سے اس فقرہ کی تشریح کروں گا ۔ مگر اس تشریح سے سارا مضمون خالی ہے ۔ ان کے مضمون میں باقی سوالات کو چھیڑا ہی نہیں گیا ۔ (تفصیل صـ ۲۲۳ تا صـ ۲۲۴)

○

ایک "بزرگ" منشی امام الدین صاحب نے بھی شرکت کی ۔ انہوں نے کہا ۔ میں نہ عیسائی ہوں نہ موسائی نہ محمدی ۔ میں مسلمان ہوں اور ماننے والا ہوں عملی طور پر تورات ۔ انجیل اور قرآن کا ۔ لیکن ان معنوں میں مسلمان نہیں ہوں جن معنوں میں باقی اہلِ اسلام ہیں ۔

ان کی تقریر بھی ایسے ہی اضطراب اور انتشار کا شکار تھی ۔ نہ دعویٰ تھا نہ دلیل ۔

○

پھر ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریذیڈنٹ آریہ سماج آئے ۔ جن کے مضمون کو یہ امتیاز ضرور

ہے کہ انہوں نے پانچوں سوالات کا اپنے مضمون میں بالترتیب ذکر کیا ہے۔ لیکن مطبوعہ رپورٹ کا صفحہ ۲۴۶ سے صفحہ ۲۵۲ گواہ ہے کہ کہیں بھی جواب ان سوالات کا نہیں ہے۔

○

پھر مسٹر بیچی صاحب ڈیلیگیٹ کھڑے ہوئے جنہوں نے سوائے اس جلسہ پر اظہار مسرت و اتفاق کے کچھ نہ کہا۔

○

جناب سوامی شوگن چندر صاحب بانی دھرم مہوتسو تشریف لائے۔ جنہوں نے اپنی ابتدائی عمر اور اس جلسہ کی تحریک کا ذکر کیا۔ کہ ان کے دل میں کیسے پیدا ہوئی اور جلسہ کے انتظامات کا ذکر کیا۔ ان کے بعد سیکرٹری صاحب اور پھر پریذیڈنٹ صاحب نے تقریر کی۔ دونوں اصحاب نے شائقین و حاضرین و منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ کے فوائد و محاسن کا ذکر کیا۔ آخر پر حضرت مولانا نورالدین صاحب نے جوان موڈریٹرز میں سے ایک تھے جو اس جلسہ کے لئے مقرر کئے گئے نہایت جامع مانع تقریر فرمائی جو حضرت اقدس کی معرکۃ الآراء تقریر کا نہایت عمدہ خلاصہ اور زیر بحث موضوع پر غایت درجہ تبصرہ و جواب تھا۔

○

مسٹر جان ماریس صاحب عیسائی مذہب کی طرف سے پیش ہوئے۔ آپ نے ادھر ادھر کی کئی باتیں کی ہیں۔ مگر زیر بحث امر کی طرف انکا التفات آخری چند لفظوں میں ہوا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔ "انسان کی زندگی کا اہم (مدعا) کیا ہے۔ حصول خوشی ...... ہماری خوشی خدا کی خوشی ہونی چاہیئے" پھر محبت کا ذکر کیا ہے مگر سوالات مذکورہ کے جوابات کا انتظار حاضرین کو آخر تک رہا۔

(رپورٹ صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۱)

دوبارہ مسٹر مارِیس صاحب بہادر جرنلسٹ کو موقعہ ملا جو دراصل مسٹر ٹرڈ صاحب سابق ہیڈ ماسٹر اچیسن کا وقت تھا۔ انہوں نے مارِیس صاحب کے لئے اپنا وقت وقف کر دیا۔ موصوف گذشتہ مضمون والی بہت ساری باتوں کو دہراتے

”اسلامی اصول کی فلاسفی“ پر اخبارات کی آراء اور تبصرے

(مرسلہ: محترم حبیب الرحمان زیروی صاحب۔ اسسٹنٹ لائبریرین)

جلسہ مذاہب عالم لاہور منعقدہ 26 تا 29 دسمبر 1886ء میں دس مختلف مذاہب اور نقطہ نظر رکھنے والے مقررین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کی اغراض یہ تھیں کہ سچے مذہب کے کمالات سے اس کی محبت دلوں میں بیٹھ جائے اور ہر مذہب کے نمائندہ کو دلائل و براہین سے اپنے مذہب کی سچائی ظاہر کرنے کا موقعہ ملے۔ اس جلسہ میں حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کا مضمون بڑی دلچسپی اور دلجمعی سے سنا گیا۔ اس مضمون کے لئے منتظمین کو وقت بڑھانا پڑا اور حضرت اقدس کے قبل از وقت اشتہار (20 دسمبر 1886ء) کہ ”یہ وہ مضمون ہے جو سب پر بالا رہے گا“ اس مضمون کو دوران جلسہ ہی بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور حاضرین کی طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوتی رہی اور اس کا اظہار رپورٹ جلسہ مذاہب عالم میں بھی کیا گیا۔

اس مضمون ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ پر اخبارات اور جرائد و رسائل نے نہایت شاندار الفاظ میں تبصرے کئے۔ چنانچہ سول اینڈ ملٹری گزٹ، چودھویں صدی (راولپنڈی)، پنجاب آبزور، صادق الاخبار (بہاولپور)، فخر دکن، پیسہ اخبار، اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ، سراج الاخبار، شیر ہند (لاہور) اور وزیر ہند (سیالکوٹ) نے اس مضمون کی تعریف و توصیف میں کالم لکھے۔ انگریزی ترجمہ کی اشاعت پر مغربی دنیا نے بھی شاندار ریویو لکھے۔ ان آراء و تبصروں کی چند مثالیں یہاں دی جارہی ہیں۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ کا ریویو

In the religious conference of Lahore held at the Muhammadan College Building, on the 26th, 27th and 28th of December 1896, the following five subjects were

elected as the main points to be discussed by the representatives of the various regligions:-

1- The physical, moral and spiritual condition of man.

2- The state of man in the after life.

3. The real object of the existence of man and the means of its attainment.

4. The effect of actions in the present life and the life to come.

5. The sources of divine knowledge, particular interest centered in the lecture of Mirza Ghulam Ahmad of Qadian, A master in the appologetics of Islam, an immense gathering of sects far and near assembled to hear the lecture? Which as the Mirza Himself was unable to attend in person, was read by one of his able scholars maulana Abdul Karim of Sialkot. The lecture on the 27th lasted about three and a half hours, and was listened to with rapt attention, though so far it dealt only with the first question. The speaker promised to treat the remaining question if time was allowed. So the·president and the executive committee reserved to extend their sitting to the 29th.

(Civil and Millitary Gazzette)

ترجمہ:۔ "جلسہ مذاہب لاہور" جو 26‘27‘28 دسمبر1896ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا اس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کا جواب دیا۔

1۔ انسان کی جسمانی اخلاقی روحانی حالتیں۔

2۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔

3۔ دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب۔

4۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں۔

5۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔

اس جلسہ میں سامعین کی دلی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے لیکچر کے ساتھ تھی جو اسلام کی حمایت اور حفاظت کے کامل ماسٹر ہیں۔ اس لیکچر کے سننے کے لئے دور و نزدیک سے لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہو رہا تھا

اور چونکہ مرزا صاحب خود تشریف نہیں لا سکتے تھے اس لئے یہ لیکچر ان کے ایک لائق شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔ 27 دسمبر کو یہ لیکچر ساڑھے تین گھنٹے تک ہوتا رہا اور حاضرین نے پوری توجہ سے اس کو سنا لیکن ابھی صرف ایک ہی سوال ختم ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے وعدہ کیا کہ اگر وقت ملا تو باقی کا بھی سنادوں گا اس لئے اگزیکٹو کمیٹی اور پریذیڈنٹ نے یہ تجویز کرلی ہے کہ 29 کا دن بڑھایا جاوے۔ چنانچہ سارے مضمون کے لئے بخوشی ایک دن اور بڑھادیا اور باقی مضمون بھی سامعین نے اسی ذوق و شوق سے سنا۔

اخبار "چودھویں صدی" کا ریویو

اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی نے لکھا:۔

"ان لیکچروں میں سب سے عمدہ اور بہترین لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ 27 دسمبر کو قریباً چار گھنٹے اور 29 کو 2 گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹہ میں یہ لیکچر تمام ہوا جو حجم میں سو صفحہ کلاں تک ہوگا۔

غرضیکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم مس کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے مگر اس میں جاندار بات ایک آدھ ہی ہوتی۔ تقریریں عموماً کمزور سطحی خیالات کی تھیں۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر جو ان سوالات کا علیحدہ علیحدہ مفصل اور مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کرسکتے اور نہ کوئی سلیم فطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے

بڑے اصول و فروع اسلام کو دلائل عقلیہ اور براہین فلسفہ کے ساتھ مبرہن اور مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الہیات کے ایک مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الہٰی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسوفی بھی ساتھ ساتھ بیان کردی غرضکہ مرزا صاحب کا لیکچر بہ ہیئت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر رہ گئے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں میں امتیاز کے لئے اس قدر کافی ہے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آگری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا۔ وہی ملانی خیالات تھے جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے ہیں اس میں کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے حصہ لیکچر کے وقت پر کئی لوگ اٹھ کر چلے گئے تھے۔ مولوی ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کے لئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی۔ لیکن مرزا صاحب کے لیکچر پورا کرنے کے لئے لالہ درگا پرشاد صاحب نے آپ سے آپ دس پندرہ منٹ اجازت دیدی۔ غرضکہ وہ لیکچر ایسا پر لطف اور ایسا عظیم الشان تھا کہ بجز سننے کے اس کا لطف بیان میں نہیں آسکتا۔ مرزا صاحب نے انسان کی پیدائش سے لے کر معاد تک ایسا مسلسل بیان فرمایا اور عالم برزخ اور قیامت کا حال ایسا عیاں فرمایا کہ بہشت و دوزخ سامنے دکھا دیا۔ اسلام کے بڑے سے بڑے مخالف اس روز اس لیکچر کی تعریف میں رطب اللسان تھے چونکہ وہ لیکچر عنقریب رپورٹ میں شائع ہونے والا ہے اس لئے ہم ناظرین کو شوق دلاتے ہیں کہ اس کے منتظر رہیں۔ مسلمانوں میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا طرز بیان بھی کسی قدر اچھا تھا لیکن لیکچر عموماً وعظ کی قسم کا تھا۔ فلسفیانہ ڈھنگ کا نہیں تھا۔ جس کی جلسہ کو ضرورت تھی......... بہر حال اس کا شکر ہے کہ اس جلسہ میں اسلام کا بول بالا رہا۔ اور تمام غیر مذاہب کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھ گیا۔ گو زبان سے وہ اقرار کریں یا نہ کریں۔"

(اخبار چودھویں صدی راولپنڈی یکم فروری 1891ء صفحہ 4 کالم 1۔2)

جنرل و گوہر آصفی کا تبصرہ

اخبار "جنرل و گوہر آصفی" (کلکتہ) نے 24 جنوری 1897ء کی اشاعت میں صفحہ 2 پر "جلسہ اعظم منعقدہ لاہور" اور "فتح اسلام" کے دوہرے عنوان سے لکھا:۔

"چونکہ ہمارے اخبار کے کالم اس جلسہ کے متعلق ایک خاص دلچسپی ظاہر کر چکے ہیں لہٰذا ہم اپنے شائق ناظرین کو اس کے درجہ آخر مختصر حالات سے اطلاع دینی ضروری سمجھتے ہیں۔

جہاں تک ہم نے دریافت کیا ہے ہر ایک طالب حق کو اس جلسہ کی حالت معلوم کرنے کیلئے بڑا ہی شائق پایا ہے کون دل ہو گا جو حق کا متلاشی نہ ہو گا۔ کون آنکھ ہو گی جو حق کی چمک دیکھنے کے لئے تڑپتی نہ ہو گی؟ کون دماغ ہو گا جو حق کی جانچ پڑتال کی طرف مائل نہ ہو گا۔ پھر ہم یہ کیونکر امید نہیں کر سکتے کہ اپنی ناظرین کی روحیں اس جلسہ کی کاروائی کی دریافت کے لئے مضطر نہ ہونگی۔ کیا اس اضطرار کو دفع کرنا ہمارا فریضہ نہیں بیشک ہے اور ضرور ہے اور اسی لئے ہے جو ہم نے خاص انتظام کر کے اس جلسہ کے حالات کو دریافت کیا ہے جنہیں ہم اب ھدیہ ناظرین کیا چاہتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم کارروائی جلسہ کی نسبت گفتگو کریں ہمیں یہ بتادینا ضروری ہے کہ اس جلسہ اعظم مذاہب میں اسلامی وکالت کے لئے سب سے زیادہ لائق کون شخص تھا۔ ہمارے ایک معزز نامہ نگار صاحب نے سب سے پہلے خالی الذہن ہو کر اور حق کو مدنظر رکھ کر حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کو اپنی رائے میں منتخب فرمایا تھا۔ جن کے ساتھ ہمارے اور ایک مکرم مخدوم نے اپنی مراسلت میں توارداً اتفاق ظاہر کیا تھا۔ جناب مولوی سید محمد فخرالدین صاحب فخر نے بڑے زور کے ساتھ اس انتخاب کی نسبت جو اپنی آزاد' مدلل اور بیش قیمت رائے پبلک کے سامنے پیش فرمائی تھی اس میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان' جناب سرسید احمد صاحب آف علی گڑھ کو انتخاب فرمایا تھا اور ساتھ ہی اس اسلامی وکالت کا قرعہ حضرات ذیل کے نام نکلا تھا۔ جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی' جناب مولوی حاجی سید محمد علی صاحب کانپوری اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی نامناسب نہ ہو گا کہ ہمارے ایک لوکل اخبار کے ایک نامہ نگار نے جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا تھا۔ ہم اپنے ناظرین کو یہ بھی معلوم کرایا چاہتے ہیں کہ سوامی شوگن چندر نے انعقاد جلسہ سے

پہلے اپنے اشتہار واجب اظہار کے ذریعہ علمائے مذاہب مختلفہ ہند کو بہت عار دلا دلا کر اپنے اپنے مذہب کے جوہر دکھانے کے لئے طلب کیا تھا۔

ہمیں معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ کارکنان جلسہ نے خاص طور پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور سر سید احمد صاحب کو شریک جلسہ ہونے کیلئے خط لکھا تھا تو حضرت مرزا صاحب نے گو علالت طبع کی وجہ سے بنفس نفیس شریک جلسہ نہ ہو سکے مگر اپنا مضمون بھیج کر اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو اس کی قرات کے لئے مقرر فرمایا۔ لیکن جناب سر سید نے شریک جلسہ ہونے اور مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی فرمائی یہ اس بنا پر نہ تھا کہ وہ معمر ہو چکے اور ایسے جلسوں میں شریک ہونے کے قابل نہ رہے ہیں اور نہ اس بناء پر تھا کہ انہیں ایام میں ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد میرٹھ میں مقرر ہو چکا تھا بلکہ یہ اس بناء پر تھا کہ مذہبی جلسے ان کی توجہ کے قابل نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی چٹھی میں جس کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اخبار میں کسی اور وقت درج کریں گے۔ صاف لکھ دیا ہے کہ وہ کوئی واعظ یا ناصح یا مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں اور ناصحوں کا ہے جلسے کے پروگرام کے دیکھنے اور نیز تحقیق کرنے سے ہمیں یہ پتہ ملا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری، جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف جو شیلی توجہ نہیں فرمائی اور نہ ہمارے مقدس زمرہ علماء سے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بتایا۔ ہاں دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے مانحن فیھا میں قدم رکھا۔ مگر الٹا۔ اس لئے انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر کوئی گفتگو نہ کی۔ یا بے سروپا کچھ ہانک دیا۔ جیسا کہ ہماری آئندہ کی رپورٹ سے واضح ہو گا۔ غرض جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے۔ اور اس انتخاب کو راست کیا ہے جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور، راولپنڈی، جہلم، شاہ پور، بھیرہ، خوشاب، سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، لاہور، امرتسر، گورداسپور، لودھیانہ، شملہ، دہلی، انبالہ، ریاست پٹیالہ، کپور تھلہ، ڈیرہ دون، الہ آباد، مدارس، بمبئی، حیدر آباد دکن، بنگلور وغیرہ بلاد ہند کے مختلف اسلامی فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعہ مزین بدستخط ہو کر وقوع میں آیا تھا۔ حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالف بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی

زبان پر یوں جاری ہوگا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ جو انتخاب تیر بہدف کی طرح روز روشن میں ٹھیک نکلا۔ اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے' اس لئے اس میں اسلامی شوکت ہے اور اسی میں اسلامی عظمت اور حق بھی یہی ہے"

(اخبار "جنرل و گوہر آصفی" کلکتہ 24 جنوری 1987ء صفحہ 2)

اسلامی اصول کی فلاسفی کے متعدد زبانوں میں تراجم ہوئے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس پر غیر ملکی اخبارات و رسائل نے بھی نہایت اعلیٰ ریویو لکھے اور اس مضمون کو بے حد سراہا گیا۔

1۔ برسٹل ٹائمز اینڈ مرر نے لکھا:۔

"یقیناً وہ شخص جو اس رنگ میں یورپ و امریکہ کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔"

2۔ سپریچوئل جنرل بوسٹن نے لکھا:۔

"یہ کتاب بنی نوع انسان کیلئے ایک خاص بشارت ہے"

3۔ "تھیوسوفیکل بک نوٹس" نے لکھا:

"یہ کتاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کی بہترین اور سب سے زیادہ دلکش تصویر ہے"

4۔ "انڈین ریویو" نے لکھا:۔

"اس کتاب کے خیالات روشن جامع اور حکمت سے پر ہیں اور پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار اس کی تعریف نکلتی ہے"

5۔ "مسلم ریویو" نے لکھا:۔

"اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس میں بہت سے سچے اور عمیق اور اصلی اور روح افزا خیالات پائے گا۔"

(بحوالہ سلسلہ احمدیہ ۷۱ ۔ ۷۲ مولفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دلبر ∴	جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے
دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا ∴	معشوق ہے تو میرا عشق صفا یہی ہے
مشتِ غبار اپنا تیرے لئے اُڑایا ∴	جب سے سنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے

(کلام حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

تیرے بغیر

احمدی اُٹھ! ہے لبِ دُنیا پہ جاں تیرے بغیر
قالبِ گیتی ہے بے تاب و تواں تیرے بغیر

چار سُو پھرتے نظر آتے ہیں یزداں ناشناس
اہر من آباد ہے سارا جہاں تیرے بغیر

خندہ زن ہے ظلمتِ عصیاں نورِ تقدیس پر
نَوحہ زن ہے عظمتِ کرّوبیاں تیرے بغیر

رو رہا ہے سر بزانو ہو کے ویرانوں میں دیں
سو رہی ہے قسمتِ اسلامیاں تیرے بغیر

پھیکی پھیکی سی ہے شمعِ سرمدی کی روشنی
سُونی سُونی سی ہے بزمِ لامکاں تیرے بغیر

منتظر ہیں مہرِ عالم تاب کی رنگینیاں
مُضطرب ہے آسمانِ ضوفشاں تیرے بغیر

مصلح الدین راجیکی

مضمون ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ کے روحانی اثرات

ایک نئے ایمان اور نئے نور کی چمک

(ایڈیٹر)

جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے مضمون کی فوقیت کا حاضرین، مجلس منتظمہ اور برصغیر کے بیس کے قریب اخبارات و رسائل نے برملا اعتراف کیا جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضرت اقدس کو الہام الٰہی کے ذریعہ جو یہ خبر دی گئی تھی کہ ”یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا“ بڑی شان سے پوری ہوئی۔

اشتہار۔ عظیم الشان خوشخبری کا ایک نمایاں پہلو

حضرت اقدس کے اشتہار عظیم الشان خوشخبری کے کئی پہلوؤں کا ذکر تفصیلی طور پر ہو چکا ہے۔ لیکن اسکے روحانی اثرات سے اس مضمون کی شان دوبالا ہوتی نظر آتی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

”......جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہو گا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا....“

(از اشتہار 21 دسمبر 1896ء)

جلسہ اعظم مذاہب کی کارروائی سامعین کی شہادتیں اس کی رپورٹ اور اخبارات و رسائل شاہد ہیں کہ اشتہار 21 دسمبر 1896ء کا ایک ایک لفظ پورا ہوا اور اس مضمون کے ذریعہ سے قرآن شریف اور دین حق کو وہ عظمت و عزت حاصل ہوئی اور چار دانگ عالم میں اس مضمون کو وہ شہرہ نصیب ہوا جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس عظیم الشان خوشخبری کا مذکورہ پہلو بھی پوری عظمت و شوکت سے ظاہر ہوا۔ جو تفوق اور غلبہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے لیکچر کو حاصل ہوا عدیم المثال ہے اور جو اس کے علمی اور روحانی اثرات ظاہر ہوئے ان کا بھی برملا اظہار تائید الٰہیہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اشتہار میں مذکور اس عظیم الشان خوشخبری کا یہ حصہ کہ:۔

"ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہو گا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا"۔

اس کا محرک وہ آسمانی طاقت تھی جو خدائے علیم و خبیر نے حضرت اقدس کو ودیعت فرمائی تھی۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"میں جانتا ہوں کہ میں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا اور بغیر اس کے دکھائے کے کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القاء کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ میں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا۔ جو کچھ لکھا تھا قلم برداشتہ لکھا تھا"۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 291)

حضرت منشی جلال الدین بلانوی کی روایت ہے کہ "حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے اس مضمون کی سطر سطر پر دعا کی ہے"۔

(سوانح حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی۔ صفحہ 260)

پس آسمانی قوت دعا کا یہ اعجاز تھا کہ اس لیکچر کے غیر معمولی ایمان افروز اثرات ظاہر ہوئے۔

(1)

مضمون کے اعجازی رنگ سے متاثر ہو کر سیالکوٹ کے ایک دوست نے شکرانے کے طور سو روپے بھجوائے اور لکھا کہ وہ اس فتح سے بہت خوش ہوا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود......... فرماتے ہیں:۔

"4 جنوری 1897ء کو سیالکوٹ محلہ اٹاری سے ایک کارڈ مرسلہ اللہ دتہ صاحب میرے پاس پہنچا۔ وہ لکھتے ہیں کہ چونکہ وہ مضمون آپ کی طرف سے لاہور میں پڑھا گیا وہ ایک معجزہ کے رنگ میں تھا۔ اس لئے میں اس خوشی کے شکریہ میں 100 روپیہ نقد آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور مبارک باد دیتا ہوں"۔

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 239)

اس بارہ میں حضرت اقدس اپنی کتاب تریاق القلوب میں فرماتے ہیں:۔

"انصاف پسند لوگوں کے دلوں پر الہامی پیشگوئی کی سچائی نے عجیب اثر کیا یہاں تک کہ ایک صاحب نے

سیالکوٹ سے مبلغ سو روپیہ اپنے جوش خوشی سے بھیجا کہ خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو ایک نشان کے رنگ میں ظاہر فرمایا.....''۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 225)

(2)

حضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی فرماتے ہیں:

''جب جلسہ مہوتسو کے موقعہ پر حضور کا مضمون (اسلامی اصول کی فلاسفی) لکھا ہوا مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا تھا بمقام لاہور۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ مضمون بالا رہا۔ اس وقت محویت سامعین کا یہ حال تھا کہ کوئی اونچی سانس لینا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ مضمون کیا تھا یہ ایک اللہ تعالیٰ کی چمکتی ہوئی ہستی کا نشان اور ثبوت تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس سے پہلے اپنا مضمون خود پڑھا تھا جس میں اس نے کہا تھا کہ لوگ ہم سے نشان مانگتے ہیں ہم کہاں سے نشان دکھلائیں ہم میں کوئی اب نشان دکھلانے والا نہیں ہے۔ اس کے بعد حضور کا مضمون پڑھا گیا جس میں حضور نے کہا کہ اندھا نجو کہتا ہے کہ ہم کہاں سے نشان دکھلائیں۔ آؤ میں نشان دکھاتا ہوں اور میں اندھوں کو آنکھیں بخشنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ فقرات بذات خود نشان تھے کیونکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا وہ مضمون پہلے پڑھا گیا تھا اور حضور کا بعد میں۔ اگر حضور کا مضمون پہلے پڑھا جاتا اور مولوی مذکور کا بعد میں تو بدمزگی پیدا ہو جاتی لیکن قدرت کا منشا تھا کہ اسلام کی عظمت ظاہر ہو اور جو کمزوری اسلام کی طرف مولوی مذکور نے اپنے مضمون میں دکھلائی تھی۔ خدا کے مامور و مرسل نے اس کو ظاہر کر کے اسلامی شوکت کو بلند کر دیا۔ الحمد للہ''

(رجسٹر روایات جلد 14 صفحہ 24-25)

(3)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک رفیق حضرت میاں محمد دین صاحب خود تو اس جلسہ میں حاضر نہ ہو سکے مگر منشی جلال الدین صاحب کی روایت بیان کرتے ہیں:۔

''مجھے رخصت نہ مل سکی اس لئے منشی جلال الدین صاحب حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے سنایا کہ اللہ تعالیٰ کی تائید معجزانہ رنگ میں ہوئی۔ سردی کے موسم کے باوجود کسی شخص کو کھانسی یا چھینک نہ آئی۔ ہمہ تن گوش ہو

کر لوگوں نے سنا۔ آخر سکھوں نے مسلمانوں کو جپھا مار کر اٹھایا اور مبارک بادیں دیں اور کہا:۔

"جے کدے مرزا ایہو جیا ایک مضمون ہور دوُ تاں مسلمان ہی ہونا پئو"

(یعنی اگر مرزا صاحب ایسا ہی مضمون اور دیوے گا تو ہم کو مسلمان ہی ہونا پڑے گا)۔

(سوانح حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی صفحہ ۲۶۰)

نوٹ:۔ اس واقعہ کا ذکر غیر مطبوعہ روایات کے ریکارڈ مرکزی لائبریری میں بھی ہے)

(4)

حضرت اقدس کا مضمون سنائے جانے کا ایک پر کیف روحانی منظر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی عینی شہادت سے ملاحظہ فرمائیں:۔

"29 دسمبر کی صبح کو ساڑھے نو بجے کاروائی جلسہ شروع ہونے والی تھی۔ دسمبر کا اخیر سردی کی شدت اور وقت اتنا سویرے کا تھا کہ لوگ ضرورت سے فراغت پاسکیں تو درکنار...... فکر تھی اندیشہ تھا کہ شاید حاضری بہت ہی کم رہے گی اور اس طرح آج وہ لطف شاید نصیب نہ ہوگا۔ مگر خدا کے کام اپنے اندر ایک غیر معمولی جذب اور مقناطیسی کشش رکھتے ہیں جسے کوئی طاقت روک ہی نہیں سکتی۔ انسان اگر غفلت اور سستی دکھائیں تو فرشتوں سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ سویرے ہی سویرے ٹھٹھرتے ہوئے اور سردی سے سمٹتے اور سکڑتے ہوئے خلق خدا جھنڈ کے جھنڈ اور جوق در جوق اس کثرت اور تیزی سے آئی کہ ستائیس کی دوپہر کا نظارہ بھی مات پڑ گیا اور جلسہ نہایت شوکت اور عظمت اور خیر و خوبی سے جاری ساری اور پھر نہایت کامیابی کامرانی سے اختتام پذیر ہوا اور اس طرح حضور پر نور کا مضمون...... علمی دنیا کے لئے ہمیشہ کا قائم رہنے والا نشان بن کر آسمان دنیا پر سورج اور چاند کی طرح چمکنے لگا۔ دوست تو درکنار دشمن بھی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے...."۔

(سوانح حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی صفحہ 256-257)

(5)

حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اس جلسہ کے حیرت انگیز اثرات اور حضرت اقدس کے مضمون کی روحانی تاثیرات کے نتیجہ میں احمدیت سے وابستہ ہوئے۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں:۔

"ایک اشتہار حضرت مسیح موعود.... کی طرف سے نکلا کہ جو جلسہ مہوتسو کے متعلق تھا اس میں حضرت کا یہ الہام درج تھا "میرا مضمون بالا رہا"۔ میں اس وقت بعارضہ وجع المفاصل بیمار تھا مگر چونکہ ایک بڑا بھاری دعویٰ تھا کہ میرا مضمون سب پر بالا رہے گا بجز تائید الٰہی کون کہہ سکتا ہے۔ میں ایک اپنے اہلحدیث مولوی کو لاہور میں افتاں و خیزاں ساتھ لے کر جلسہ گاہ میں پہنچا۔ مولوی ثناء اللہ، مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ کے لیکچر بھی سنے مگر سب پھیکے اور بے اثر لیکن جب حضرت مرزا صاحب کا مضمون شروع ہوا تو تل رکھنے کو جگہ نہ رہی اور سامعین پر ایسا سکوت تھا کہ ذرا بھنک نہیں آتی تھی۔ یہاں تک کہ بعض اور لوگوں نے بھی اپنے اوقات حضرت مرزا صاحب کا مضمون سننے کے لئے وقف کر دیئے اور دو دن ایام مقررہ سے زائد کر دیئے گئے۔ جب یہ مضمون آخر میں پہنچا تو میں نے اسی وقت اسی جگہ ہاتھ اٹھا کر جناب الٰہی میں دعا کی یا اللہ اگر یہ تیرا وہی بندہ ہے جس کی نسبت تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے تو اس کی برکت سے مجھے بیماری سے شفا بخش۔ الغرض جلسہ ختم ہونے کے بعد جب جلسہ گاہ کے بڑے دروازے سے باہر نکلا تو اللہ کی قسم مجھے ایسا معلوم ہوا کہ مجھے کوئی بیماری نہ تھی۔ اس دن سے آج تک پھر اس بیماری نے عود نہیں کیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اس کے بعد 1997ء 1998ء میں میں نے بیعت کر لی..."۔

(غیر مطبوعہ روایات از رجسٹر روایات (رفقاء) نمبر 11 صفحہ 247-248)

(6)

یہ روحانی تاثیرات غیر مسلموں تک وسیع تھیں چنانچہ اس کی ایک شہادت درج ذیل ہے۔ ایک متلاشی حق وزیر سنگھ کا حضرت اقدس کی خدمت میں مضمون سے متاثر ہو کر حاضر ہونا۔ روحانی پریم کے نظارہ کا اظہار کرنا۔ روحانیت کی تسکین کے لئے سرگرداں پھرنا۔ قادیان حاضر ہونا۔

چند روز سے حضرت مسیح موعود........ کی خدمت میں ایک حق جو ضلع گجرات سے آیا ہوا ہے۔ اس نے عرض کی کہ مجھے ابتداء ہی سے دھرم بھاؤ اپنے اندر محسوس ہوتا تھا اور اس کے موافق میں اپنے خیال میں بعض نیکیاں بھی کرتا رہا ہوں۔ مگر مجھے دنیا اور اس کے طلبگاروں کو اپنے اردگرد دیکھ کر بہت بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اپنے اندر بھی ایک کشمکش پاتا ہوں۔ میں ایک بار دریائے جہلم کنارے کنارے پھر رہا تھا کہ مجھے ایک عجیب نظارہ پریم (محبت) کا دکھایا گیا تھا۔ جس سے مجھے ایک لذت اور سرور محسوس ہوتا تھا۔ جس طرف نظر اٹھاتا تھا آنند ہی آنند ملتا تھا۔ کھانے میں پینے میں، چلنے میں پھرنے میں غرض ہر ایک حرکت میں ہر ادا میں پریم ہی پریم معلوم ہوتا تھا۔ چند گھنٹوں کے بعد یہ نظارہ تو جاتا رہا مگر اس کا بقیہ ضرور دو ماہ تک رہا یعنی اس نظارہ سے کم درجہ کا سرور دینے والا نظارہ۔

اس وقت میں عجیب گھبراہٹ میں ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ میں اس کو پھر پاؤں مگر نہیں ملا۔ اس کی طلب اور تلاش میں میں لاہور بابو ابناش چند فورمین صاحب کے پاس آیا۔ جو برہمو سماج کے سرگرم ممبر ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ وہ مجھ سے بجز چند منٹ کے اور وہ بھی اپنے دفتر میں ہی نہ مل سکے۔ پھر میں پنڈت شیو رائن ستیانند اگنی ہوتری کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ کسی قدر روحانیت کو محسوس کرتے ہیں۔ آخر میں کوئی دو مہینے تک ان کے ہائی سکول موگا میں بطور تھرڈ ماسٹر کام کرتا رہا اور اپنی اصلاح میں لگا رہا۔ وہاں جانا میرا صرف اس مطلب کے لئے تھا کہ میں اپنی لائف کو بناؤں اس عرصہ میں کچھ مختصر سا نظارہ نظر آنے لگا۔ مگر میری تسلی اور اطمینان نہیں ہوا جس شانتی اور پریم کا میں خواہشمند اور جویا تھا وہ مجھے نہ ملا۔ اگرچہ میں صبر کے ساتھ وہاں رہنا چاہتا تھا مگر بیمار ہو کر مجھے آنا پڑا۔ میں نے اپنے شہر میں شیخ مولا بخش کو ایک مرتبہ جلسہ اعظم مذاہب والا آپ کا مضمون پڑھتے ہوئے سنا۔ میں اپنے خیال میں مست اور متفکر جا رہا تھا کہ ان کی آواز میرے کان میں پڑی۔ میری روح نے غیر معمولی طور پر محسوس کیا کہ اس کلام میں لائٹ (نور) ہے اور یہ کہنے والا اپنے اندر روشنی ضرور رکھتا ہے۔ میں نے اس مضمون کو کئی مرتبہ پڑھا اور میرے دل میں قادیان آنے کی خواہش پیدا ہوئی' .... لاہور میں میں اگر کسی مسلمان سے پتہ پوچھتا تھا تو وہ پتہ نہ بتاتا تھا.......... بہرحال میرے دل میں ایک کشمکش پیدا ہو رہی تھی۔ اب وہ میری آرزو پوری ہوئی ہے اور میں اپنی زندگی کو بنانا چاہتا ہوں۔ اسی غرض کے واسطے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس پر حضرت اقدس نے یوں ارشاد فرمایا:۔

”حقیقت یہی ہے کہ انسان کو پوست اور چھلکے پر ٹھہرنا نہیں چاہیئے اور نہ انسان پسند کرتا ہے کہ وہ صرف پوست پر قناعت کرے۔ بلکہ وہ آگے بڑھنا چاہتا ہے اور اسلام انسان کی اسی مغز اور روح پر پہنچانا چاہتا ہے جس کا وہ فطرتاً طلبگار ہے۔ یہ نام ہی ایسا نام ہے کہ اس کو سن کر روح میں ایک لذت آتی ہے اور کسی مذہب کے نام سے کوئی تسلی روح میں پیدا نہیں ہوتی۔ مثلاً آریہ کے نام سے کونسی روحانیت نکالیں۔ اسلام سکینت' شانتی' تسلی کے لئے بنایا گیا ہے جس کے واسطے انسان کی روح بھوکی پیاسی ہوتی ہے تاکہ اس کا نام سننے والا سمجھ لے کہ اس کا مذہب سچے دل سے ماننے والا اور اس پر عمل کرنے والا خدا کا عارف ہے“۔

(ملفوظات جلد1 صفحہ 457-458)

کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے بیان فرمودہ

حقائق و معارف سے معمور اہم نکات

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ ...... کا مضمون 'اسلامی اصول کی فلاسفی' حقائق و معارف کا سمندر ہے۔ جس میں سے کچھ صداقتیں ہدیہ قارئین کی جارہی ہیں۔ (یہاں پر صفحات رُوحانی خزائن جلد ۱۰ کے دئے گئے ہیں۔ اس جلد میں کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی شامل ہے) ایڈیٹر

رُوحانیت

"...... رُوحانیت ہر ایک خُلق کو محل اور موقع پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اُسی کا ہو جانے سے ملتی ہے۔"

(رُوحانی خزائن جلد ۱۰ صـ ۳۲۷)

عارف

"جو اس کا ہو جاتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اس کا پانی خدا کی محبت ہے۔" (صـ ۳۲۷)

رُوح

"رُوح کی ماں جسم ہی ہے۔ رُوح ایک لطیف نُور ہے جو جسم کے اندر ہی پیدا ہو جاتا ہے۔" (صـ ۳۲۱-۳۲۲)

خُلق

"جب انسان تمام قوتوں کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس کا نام خُلق

رکھا جاتا ہے ۔" (ص ۳۳۳)

ثواب

"ثواب تو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اس کے مقابلہ سے ملتا ہے ۔" (ص ۳۴۲)

غضِّ بصر

"خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا ۔ اس طریق کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں ۔" (ص ــــ)

صدقہ

"دل میں صدق اور اخلاص نہ رہے تو وہ صدقہ صدقہ نہیں رہتا بلکہ ریاکاری کی حرکت ہوتی ہے ۔" (ص ۳۵۴)

شجاعت

"حقیقی شجاعت کی جڑھ صبر اور ثابت قدمی ہے ۔" (ص ۳۵۹)

سچّے خدا کا پتہ

"جس خدا کو حکیموں نے شناخت نہ کیا قرآن نے اس سچے خدا کا پتہ دیا ۔" (ص ۳۶۸)

"کوئی رُوح فطرت کی رُو سے خدا تعالیٰ کا انکار نہیں کر سکتی ...... ہر ایک حادث کے واسطے ضرور ایک محدّث ہے .... انکارِ وجود باری صرف سفلی زندگی تک ہے ۔ اصلی فطرت میں اقرار بھرا ہوا ہے ۔" (ص ۳۷۱)

بہشت موجود

"اعلیٰ درجہ کی رُوحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے

اور تمام اطمینان اور سرور اور لذّت اس کی خدا میں ہی ہو جائے۔ یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہا جاتا ہے۔ اس حالت میں انسان اپنے کامل صدق اور صفا اور وفا کے بدلہ میں ایک نقد بہشت پالیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی بہشت موعود پر نظر ہوتی ہے اور یہ بہشت موجود میں داخل ہوتا ہے۔"
(ص ۳۷۸)

نفسِ مطمئنّہ

"رُوحانی حالتوں کا منبع اور سرچشمہ نفسِ مطمئنّہ ہے۔ جو انسان کو با اخلاق ہونے کے مرتبہ سے باخدا ہونے کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے۔"
(ص ۳۷۷)

صراطِ مستقیم

"اس دنیا میں جو دارالاسباب ہے ہر ایک معلُول کے لئے ایک علّت ہے اور ہر ایک حرکت کے لئے ایک محرک ہے اور ہر ایک علم حاصل کرنے کے لئے ایک راہ ہے جس کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو بغیر پابندی ان قواعد کے مل سکے۔ جو قدرت نے ابتداء سے اس کے لئے مقدر کر رکھے ہیں۔"
(ص ۳۸۰)

خدا کو خدا کے ذریعہ پانا

"ہم اس حیّ و قیّوم کو محض اپنی تدبیروں سے ہرگز نہیں پا سکتے۔ بلکہ اس راہ میں صراطِ مستقیم صرف یہ ہے کہ پہلے ہم اپنی زندگی مع اپنی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے پھر خدا کے وصال کے لئے دعا میں لگے رہیں۔ تا خدا کو خدا ہی کے ذریعہ سے پا دیں۔"
(ص ۳۸۱)

خدا کی راہ میں وقف ہونا

"خدا تعالیٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیوض کہلاتے ہیں انہی پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کی خدا کی راہ میں قربانی دے کر اپنا تمام وجود اس کی راہ میں وقف کر کے اور اس کی راہ میں محو ہو کر پھر اس وجہ سے دعا میں لگے رہتے ہیں کہ تا جو کچھ انسان کو رُوحانی نعمتوں اور خدا کے قرب اور وصال اور اس کے مکالمات مخاطبات میں سے مل سکتا ہے وہ سب ان کو ملے۔"
(ص ۳۸۲)

زندہ خدا کا نظر آنا

"سچ تو یہ ہے کہ جب تک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آسکتا۔ خدا کے ظہور کا وہی دن ہوتا ہے کہ جب ہماری جسمانی زندگی پر موت آوے۔" (ص ۳۸۳)

پاک محبت سے بھرا دل

"جب انسان کی محبت خدا کے ساتھ اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کا مرنا اور جینا اپنے لئے نہیں بلکہ خدا ہی کے لئے ہو جائے تب خدا...... اپنی محبت اس پر اتارتا ہے اور دونوں محبتوں کے ملنے سے انسان کے اندر ایک نور پیدا ہوتا ہے...... جب وہ نور پیدا ہوتا ہے تو اس نور کی پیدائش کے دن سے ایک زمینی شخص آسمانی ہو جاتا ہے۔ وہ جو ہر ایک وجود کا مالک ہے اس کے اندر بولتا ہے اور اپنی الوہیت کی چمکیں دکھلاتا ہے۔ اور اس کے دل کو جو پاک محبت سے بھرا ہوا ہے۔ تخت گاہ بناتا ہے اور جب ہی سے یہ شخص ایک نورانی پا کر ایک نیا آدمی ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے لئے ایک نیا خدا ہو جاتا ہے۔" (ص ۳۸۴)

اعمال اور ایمان

"جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے۔ پس جیسا کہ کوئی باغ بغیر پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا ایسا ہی کوئی ایمان بغیر نیک کاموں کے زندہ ایمان نہیں کہلا سکتا۔" (ص ۳۹۰)

بہشتی زندگی

بہشتی زندگی کی بنیاد اس جہان سے پڑتی ہے اور جہنمی نابینائی کی جڑھ بھی اس جہان کی گندی اور کورانہ زلیست ہے۔" (ص ۳۹۰)

بہشت کی حقیقت

"بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اس دنیا کے اعمال اور عمل کا ایک ظلّ ہے وہ کوئی نئی چیز

نہیں جو باہر سے آ کر انسان کو ملے گی بلکہ انسان کی بہشت انسان کے اندر ہی سے نکلتی ہے اور ہر ایک کا بہشت اُسی کا ایمان اور اُسی کے اعمالِ صالحہ ہیں جن کی اسی دنیا میں لذّت شروع ہو جاتی ہے۔ اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے باغ نظر آتے ہیں۔ اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن عالمِ آخرت میں یہی باغ کھُلے طور پر محسوس ہوں گے۔" (صفحہ ۳۹۰)

نئی زندگی کا پانی

"اسلام کیا چیز ہے وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان ہمارا مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے۔ ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں۔ اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے یوں پیوند پکڑتی ہیں۔ جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے۔ بجلی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے ہم پر اُترتی ہے۔ ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہوا و ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو جاتی ہے۔" (صفحہ ۳۹۴)

محبّت کی غذا

"جو لوگ دنیا میں خدا کی محبت اور پیار کی غذا کھاتے تھے اب جسمانی شکل پر وہی غذا ان کو ملے گی اور چونکہ وہ پریت اور محبت کا مزہ چکھ چکے تھے اور اس کی کیفیت سے آگاہ تھے اس لئے ان کی رُوح کو وہ زمانہ یاد آجائے گا۔ کہ جب وہ گوشوں اور خلوتوں میں اور رات کے اندھیروں میں محبت کے ساتھ اپنے محبوبِ حقیقی کو یاد کرتے اور اس سے لذّت اٹھاتے تھے۔" (صفحہ ۳۹۹)

با خُدا آدمی

"باخدا آدمی دنیا میں سے نہیں ہوتا۔ اسی لئے تو دنیا اس سے بغض رکھتی ہے۔ بلکہ وہ آسمان سے ہوتا ہے۔ اس لئے آسمانی نعمت اس کو ملتی ہے۔" (صفحہ ۴۰۰)

اعمال کا پرندہ

"ہر ایک عمل نیک ہو یا بد ہو وہ وقوع کے بعد پرندہ کی طرح پرواز کر جاتا ہے اور مشقت یا

لذّت اس کی کالعدم ہو جاتی ہے۔ اور دل پر اس کی کثافت یا لطافت باقی رہ جاتی ہے۔" (ص۴۰۱)

خدا تعالیٰ کے محبّ

"جو لوگ خدا تعالیٰ کے محبّ ہیں وہ مَوت سے نہیں مَرتے۔ کیونکہ ان کا پانی اور ان کی روٹی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔" (ص۴۰۶)

رُوحانی حالت کے اظلال و آثار

"دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال اور آثار ہیں۔ کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے کہ جو دوسری جگہ سے آوے یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثّل ہوں گے مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال اور آثار ہوں گے۔"

(ص۴۱۳)

معرفت و محبّت الٰہی

"انسان کو جو کچھ اندرونی اور بیرونی اعضاء دئے گئے ہیں یا جو قوتیں عنایت ہوئی ہیں اصل مقصود ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔" (ص۴۱۵)

خدا تعالیٰ کا وصال

"انسان کا اعلیٰ کمال خدائے تعالیٰ کا وصال ہے۔ لہٰذا اس کی زندگی کا اصل مدعا یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل کی کھڑکی کھلے۔" (ص۴۱۶)

حُسن باری تعالیٰ

"حُسن ایک ایسی چیز ہے جو بالطبع دل کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اور اس کے مشاہدہ سے طبعاً محبت پیدا ہوتی ہے۔ تو حُسن باری تعالیٰ اس کی وحدانیت اور اس کی عظمت اور بزرگی اور صفات ہیں۔" (ص۴۱۷)

استقامت

"یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پا دیں ..... اس وقت نامردی نہ دکھلادیں۔ اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں۔ اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں ..... ہر چہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں ..... جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔"

(ص ۴۲۰)

حق اللہ - حق العباد

"کامل شریعت پر قائم ہونے والا حق اللہ اور حق العباد کو کمال کے نقطہ تک پہنچا دیتا ہے۔ خدا میں وہ محو ہو جاتا ہے۔ اور مخلوق کا سچا خادم بن جاتا ہے۔"

(ص ۴۲۳)

کامل بندے

"عملی شریعت کا پھل آئندہ زندگی میں حیات جاودانی ہے۔ جو خدا کے دیدار کی غذا سے ہمیشہ قائم رہے گی۔"

"خدا کے کامل بندے آسمان کی طرح ہر ایک درماندہ کو اپنے سایہ میں لے لیتے ہیں۔ خاص کر اس ذات پاک کے انبیاء اور الہام پانے والے عام طور پر آسمان کی طرح فیض کی بارشیں برساتے ہیں ایسا ہی زمین کی خاصیت بھی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اُن کے نفس نفیس سے طرح طرح کے علوم عالیہ کے درخت نکلتے ہیں۔ جن کے سایہ اور پھل پھول سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

(ص ۴۲۸)

آسمانی پانی

"وحی اللہ یعنی الہام آسمانی پانی ہے۔ اور عقل زمینی پانی ہے۔ اور یہ پانی ہمیشہ آسمانی پانی سے جو الہام ہے تربیت پاتا ہے۔ اگر آسمانی پانی یعنی وحی ہونا بند ہو جائے تو یہ زمینی پانی بھی رفتہ

رفتہ رفتہ خشک ہو جاتا ہے۔" (ص۴۲۹)

صرف عقل کو رہبر مت بناؤ

"صرف عقل کو اپنا رہبر مت بناؤ کہ وہ ایسا پانی نہیں جو آسمانی پانی کے سوا موجود رہ سکے۔" (ص۴۳۰)

الہام یافتہ کا زمانہ

"جس طرح آسمانی پانی کا یہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئیں میں اس کا پانی پڑے وہ اپنی طبعی خاصیت سے تمام کنوؤں کے پانی کو اُوپر چڑھا دیتا ہے۔ ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ دنیا میں ظہور فرماتا ہے خواہ کوئی عقلمند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے مگر اس الہام یافتہ کے زمانہ میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود نہ تھی۔" (ص۴۳۰)

الہامی بارش

"جب تم دیکھو کہ مذاہب کی جستجو میں ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہو جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہو گئی ہے"۔ (صفحہ 43)

علم ۔ یقینی معرفت

"وہ سب کتابیں اپنے تناقض کی وجہ سے ردی اور ناقابل اعتبار قرار دی جائیں گی اور ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ ایسے متناقض بیانات کو کسی علم کا ذریعہ ٹھہرایا جائے کیونکہ علم کی یہ تعریف ہے کہ ایک یقینی معرفت عطا کرے اور مجموعہ متناقضات میں یقینی معرفت کا پایا جانا ممکن نہیں"۔ (صفحہ 432-433)

معقول دلائل

"قرآن شریف صرف سماع کی حد تک محدود نہیں ہے کیونکہ اس میں انسانوں کے سمجھانے کے لئے بڑے بڑے معقول دلائل ہیں"۔ (صفحہ 433)

صحیفۂ قدرت

"قرآن شریف کا نام ذکر رکھا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ذکر مبارک یعنی یہ قرآن بابرکت کوئی نئی چیز نہیں لایا بلکہ جو کہ انسان کی فطرت اور صحیفہ قدرت میں بھرا پڑا ہے اس کو یاد دلاتا ہے"۔ (صفحہ 433)

آفتابِ صداقت

"کیا خدا اپنے عاشقوں اور حقیقی دلداروں کا دل نہیں چاہتا کہ اس محبوب کے کلام سے لذت حاصل کریں۔ کیا جنہوں نے خدا کے لئے تمام دنیا کو برباد کیا' دل دیا' جان کو دیا۔ وہ اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ صرف ایک دھندلی سی روشنی میں کھڑے رہ کر مرتے رہیں اور اس آفتاب صداقت کا منہ نہ دیکھیں"۔ (صفحہ 436)

"اناالموجود"

"کیا یہ سچ نہیں کہ اس زندہ خدا کا اناالموجود کہنا وہ معرفت کا مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اگر دنیا کے تمام فلاسفروں کی خود تراشیدہ کتابیں ایک طرف رکھیں اور ایک طرف اناالموجود خدا کا کہنا تو اس کے مقابل پر وہ تمام دفتر ہیچ ہیں"۔
(صفحہ 436)

ہمکلامی

"خدا کے الہام میں یہ ضروری ہے کہ جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے مل کر باہم ہمکلام ہوتا ہے اسی طرح رب اور اس کے بندے میں ہمکلامی واقع ہو"۔ (صـ ۲۴۰)

مکالمہ مخاطبہ

الہام کیا چیز ہے؟ وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اس کے ساتھ جس کو برگزیدہ کرنا چاہتا

ہے۔ ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے"۔ (صفحہ 438-439)

فکر۔ سوچ اور الہام

"سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ جائے جیسا کہ جب شاعر شعر کے بنانے میں کوشش کرتا ہے یا ایک مصرع بنا کر دوسرا سوچتا رہتا ہے تو دوسرا مصرع دل میں پڑتا ہے سو یہ دل میں پڑ جانا الہام نہیں ہے بلکہ خدا کے قانون قدرت کے موافق اپنے فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ ہے"۔ (صفحہ 437-438)

قرآن شریف کی پیروی سے نجات

"وہ خدا جس کے ملنے میں نجات ہے اور دائمی خوشحالی ہے' وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا"۔ (صفحہ 442)

برتر ہستی کا درشن

"وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے' خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے"۔ (442)

الوہیت کے کرشمے

"سچا اور پاک الہام الوہیت کے بڑے بڑے کرشمے دکھلاتا ہے" (صفحہ 440)

خدا کا دیدار

"دنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا سے باتیں کرے"۔ (صفحہ 440)

سوال اور جواب

"اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر اس رنگ میں الہام ہو کہ بندہ سوال کرتا ہے اور خدا اس کا جواب دیتا ہے۔ اسی طرح ایک ترتیب کے ساتھ سوال و جواب ہو اور شوکت اور نور الہام میں پایا جاوے اور علوم غیب اور معارف صحیحہ پر مشتمل ہو تو وہ خدا کا الہام ہے"۔ (صفحہ 439)

پاک چشمہ

".... ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو"۔ (صفحہ 443)

ہدایت کا سچا نور

".... دیکھتے ہو ہمیشہ آسمان سے روشنی اترتی ہے اور زمین پر پڑتی ہے اسی طرح ہدایت کا سچا نور آسمان سے ہی اترتا ہے"۔ (صفحہ 443)

سچا خدا

"....وہ خدا سچا خدا نہیں جو خاموش ہے"۔ (صفحہ 443)

کامل اور زندہ خدا

"کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ اپنے وجود کا پتہ دیوے۔ آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں۔ عنقریب صبح صادق ہونے والی ہے"۔ (صفحہ 444)

آفتاب کا آفتاب

"خدا ہی ہے جو ہر دم آسمان کا نور اور زمین کا نور ہے۔ اس سے ہر جگہ روشنی پڑتی ہے۔ آفتاب کا وہی آفتاب ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کی وہی جان ہے۔ سچا زندہ خدا وہی ہے۔ مبارک وہ جو اس کو قبول کرے"۔ (صفحہ 444)

عملی مزاولت

"محض اس علم میں کچھ شرف اور بزرگی نہیں جو صرف دماغ اور دل میں بھرا ہوا ہو بلکہ حقیقت میں علم وہ ہے کہ دماغ سے اتر کر تمام اعضاء اس سے متأدب اور رنگین ہو جائیں اور حافظہ کی یادداشتیں عملی رنگ میں دکھائی دیں۔ سو علم کے مستحکم کرنے اور اس کو ترقی دینے کا بڑا ذریعہ ہے کہ عملی طور پر اس کے نقوش اپنے اعضاء میں جمالیں۔ کوئی ادنیٰ علم بھی عملی مزاولت کے بغیر اپنے کمال کو نہیں پہنچتا"۔ (صفحہ 445)

علم۔ عمل کے مرتبہ پر

"بابرکت علم وہی ہوتا ہے جو عمل کے مرتبہ میں اپنی چمک دکھلاوے اور منحوس علم وہ ہے جو صرف علم کی حد تک رہے۔ کبھی عمل تک نوبت نہ پہنچے"۔ (صفحہ 446)

عملی مزاولت سے روحانی کمال

"علم عملی مزاولت سے اپنے روحانی کمال کو پہنچتا ہے .... مزاولت سے علم میں نُور آجاتا ہے"
(ص ۴۴۶)

غذاؤں کا انسانی اخلاق پر اثر

قرآن کریم کے احکامات کی حکمتیں

محترم محمود احمد صاحب اشرف - استاذ الجامعہ - ربوہ

قرآن کریم وہ پہلی کتاب ہے جس نے کمال جامعیت کے ساتھ انسان کو زندگی کے ہر پہلو سے متعلق مفصّل ہدایات دی ہے۔ جن کا مقصد و مدعا انسان کو ادنیٰ حالتوں سے اٹھا کر انسانیت، اخلاق اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچانا ہے۔ زندگی کی بقا اور نشوونما کے لئے کھانا پینا ایک لازمی امر ہے۔ چنانچہ کھانے پینے کے آداب، غذاؤں اور اُن کی حِلّت و حُرمت کے متعلق قرآن کریم نے قوانین کا ایسا مجموعہ عطا فرمایا جو آفاقی اور ابدی صداقتوں پر مشتمل ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود...... نے اپنے معرکۃ الآراء مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں قرآن کریم کے احکامات کا فلسفہ اور اُن کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ قرآن کریم کی اُکل و شُرب کے متعلق تعلیم کا ایک بنیادی اصول آپ نے بیان فرمایا کہ غذاؤں کا انسانی اخلاق پر اثر ہوتا ہے۔ آپ نے کمال وضاحت اور جامعیت کے ساتھ یہ تفسیر دنیا کے سامنے پیش فرمائی۔ قرآن کریم نے کھانے پینے کے متعلق ایک عظیم الشان رہنما اصول یہ بیان فرمایا

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

(الاعراف آیت ۳۲)

سیّدنا حضرت مسیح موعود...... "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ۔ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا کہ اُس کا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مُضر صحت بھی نہ ہو"

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۰)

غذا اور غذائیت کے متعلق جدید علوم اور تحقیق کی آگہی کے بعد اگر کوئی شخص اپنے لئے کوئی

رہنما اصول جاننا چاہے تو اس سے زیادہ مختصر اور جامع اصول اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ متوازن غذا استعمال کی جائے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود .... نے مذکورہ بالا تفسیر میں جو یہ عظیم الشان اصول بیان فرمایا ہے کہ کھانے پینے میں اسراف اخلاقی حالت پر بد اثر ڈالے گا۔ یہ ایک عظیم انکشاف ہے۔ اس کی بنیاد میں جسم اور روح کے دائمی تعلق کی وہ ابدی حقیقت ہے جو کمال وصاحت کے ساتھ حضرت مسیح موعود .... نے پہلی مرتبہ دنیا کے سامنے اپنے اسی مضمون میں بیان فرمائی۔ آپ نے یہ بتایا کہ روح کی ماں جسم ہی ہے۔ اور یہ کہ روح اور جسم کے مابین ایک گہرا اور مستحکم تعلق ہے۔ چنانچہ اسی حکمت کی روشنی میں آپ نے یہ نتیجہ بیان فرمایا کہ غذا جو ایک مادی اور جسمانی چیز ہے۔ وہ اخلاق اور پھر روحانیت پر لازماً اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کے دلائل بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

"ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے۔ مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے۔ رفتہ رفتہ اُن کی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی شہادت قانون قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی اُن میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں اور نباتاتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خلق میں کم ہو جاتے ہیں اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خلق کے وارث ہوتے ہیں۔" (روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۰)

غذا کا اخلاق پر بالواسطہ اثر تو ایک عام فہم امر ہے۔ ظاہر ہے کہ تندرست اور مضبوط جسم اعمالِ صالحہ اور عمدہ اخلاق کے مظاہرہ کے لئے بہت اہم اور بہت ممد ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حالتِ صحت میں خوش خلقی سے پیش آنا بیماری کی حالت کی نسبت بہت سہل ہے۔ ایسے ہی ایک مضبوط جسم کے انسان کے لئے ایک بیمار کی نسبت محنت اور مستقل مزاجی سے ایک کام کو سرانجام دینا زیادہ آسان ہے۔ اسی اصول کے پیش نظر حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ۔ کہ ایک قوی جسم مومن ایک کمزور جسم کے مومن سے بہتر ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اوّل الذکر اعمالِ صالحہ اور عمدہ اخلاق دکھانے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ لیکن غذاؤں کے براہِ راست اخلاقِ انسانی پر اثرات مرتب کرنے کا مضمون بے حد دقیق اور قابلِ تحقیق ہے۔ جو قرآن کریم کے احکامات کی روشنی میں سیدنا حضرت مسیح موعود ...... نے بطور بنیادی فلسفہ کے اخذ فرمایا ہے۔ آپ نے حرمتِ خنزیر کا باعث بھی یہی قرار دیا ہے۔ کہ سؤر کی طبعی صفات اس کا گوشت کھانے والے کے اخلاق پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اوّل درجہ کا نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیا کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صـ ۳۳۸)

یہ حقیقت۔ کہ جس جانور کا گوشت کھایا جائے اس کی طبعی صفات اخلاقِ انسانی پر اثر انداز ہوتی ہیں جدید علم سائنس کے احاطہ میں مکمل طور پر لا کر ثابت کی جا سکے یا نہ کی جا سکے۔ لیکن انسان کا طویل مشاہدہ اور حکماء کا وسیع تجربہ اس پر کافی دلیل ہے۔ موجودہ دور میں یورپ اور امریکہ کے ممالک میں سؤر کا گوشت وسیع پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے حیائی، جنسی بے راہ روی، ہم جنس پرستی کے سیلاب میں مغربی ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ بہہ رہے ہیں جبکہ اس کا استعمال نہ کرنے والے ممالک ان برائیوں سے بڑی حد تک محفوظ ہیں۔ اور اگر بعض دوسرے ممالک میں بھی بے حیائی بڑھ رہی ہے تو اس کا بہت بڑا محرک یورپ اور امریکہ کے ہی ذرائع ابلاغ ہیں۔

پس غذا کے انسانی اخلاق پر اثر انداز ہونے کے متعلق وسیع انسانی مشاہدہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ انسان کا تجرباتی سائنسی علم بھی روز بروز اس حقیقت کو آشکار کرنے میں مدد دے رہا ہے۔ انسانی دماغ کی بے حد پیچیدہ ساخت اور اس کے طریق کار کے متعلق جیسے جیسے انسانی علم بڑھ رہا ہے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ غذا جس میں دوائیں بھی شامل ہیں انسانی ذہن اور ذہنی کیفیات پر ایک

یقینی اثر رکھتی ہیں۔ ذہن اور دماغ پر اثر سے مراد انسانی اخلاق پر ہوتا ہے۔ کیونکہ خود سیّدنا حضرت مسیح موعود...... نے اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انسان اپنے طبعی جذبات میں عقل کے ساتھ تصرّف کرتا ہے تو اخلاقی حالت پیدا ہوتی ہے۔ پس اخلاق کا مرکز دماغ ہے۔ اور دماغ پر غذاؤں کا اثر ایک سائنسی حقیقت ہے۔ ریڈرز ڈائجسٹ ستمبر ۹۲ء میں ایک مضمون اس موضوع سے متعلق شائع ہوا ہے۔ جس میں ایک ماہر غذا کہتے ہیں کہ یہ بات بڑی حیران کُن ہے کہ دماغ کی کیمیائی ترکیب اور اس کے افعال کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ آپ نے کیا کھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو چیز بھی آپ منہ میں ڈالتے ہیں وہ آپ کی طبیعت، بیدار مغزی، حافظے اور صحیح فکر میں تبدیلیاں پیدا کر سکتی ہے۔ اس تحقیق کے مطابق وہ غذائیں جن میں نشاستہ موجود ہے وہ دماغ میں ایک قسم کے نیوروٹرانسمیٹر SEROTONIN میں اضافہ کرتا ہے (نیوروٹرانسمیٹر دماغ میں اریوں خلیات یا نیورانز کے درمیان پیغام رساں کیمیائی مادوں کو کہتے ہیں) اور اس کے نتیجہ میں سستی پیدا ہوتی ہے اور انسان پورا چاک و چوبند نہیں رہتا۔ اسی طرح پروٹین سے بھرپور غذائیں مثلاً مرغی اور مچھلی وغیرہ کھانے سے خون میں امائنو ایسڈ شامل ہو جاتا ہے۔ امائنو ایسڈ دماغ میں مستعدی پیدا کرنے والے نیوروٹرانسمیٹر کے لئے سپلائی ہوتا ہے۔ اور اگر اس کی سپلائی بند ہو جائے تو اس کا نتیجہ ذہنی الجھاؤ، قوت فیصلہ کا نہ ہونا، پریشانی اور ڈیپریشن کی صورت نکلتا ہے۔ اس تمام تحقیق سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ دماغ کی کیمسٹری میں ایک باریک اور لطیف توازن ہے۔ ایک کیمیائی مادے کی زیادتی دوسرے میں کمی کا باعث بن سکتی ہے۔ جس سے دماغی کیفیات تک متاثر ہوتی ہیں۔ تاہم سائنس کی دنیا میں انسانی دماغ سے متعلق علم ابھی بالکل ابتدائی اور بہت نامکمل ہے۔ اور محققین کا یہ کہنا کہ جیسے ہمیں یہ علم ہے کہ دل کے لئے کون سی غذائیں بہتر ہیں۔ اب ہمیں یہ تحقیق کرنا ہوگی کہ دماغ کے لئے ہم کون سی غذائیں منتخب کریں۔

غذاؤں کے اخلاقی حالت پر اثر انداز ہونے کا ایک حیرت انگیز اور ناقابل تردید ثبوت ہومیوپیتھک ادویات ہیں۔ جن کا دماغی رجحانات، کیفیات بلکہ مزاج پر گہرا اور یقینی اثر ہے۔ مثلاً آرم میٹیلیکم خودکشی کا خیال پیدا کرتی ہے۔ ارجنٹم نائٹریکم ذہنی ڈر کو جنم دیتی ہے۔ اگنیشیا غم پیدا کرتی ہے۔ انیاکارڈیم دو ضمیروں کا تصوّر اور ان کی کشمکش کو پیدا کرتی ہے۔ کیموملا بدمزاجی اور لیکیس شک پیدا کرتی ہے۔ گریشی اولا قوت ارادی کو کمزور کرتی ہے۔ لیک کنیائنم تنہائی کا خوف اور سلفر خودغرضی پیدا کرتی ہے۔ ماسکس خودسری اور درشت مزاجی پیدا کرتی ہے۔ اور اگر یہ بیماریاں اور مزاجی علامتیں کسی میں پائی جائیں تو یہ ہومیوپیتھک ادویات ان کی اصلاح کر دیتی ہیں۔ یہاں یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے

باقی صـ۱۱۶ پر

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند

(کلام سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ....)

◎

دردا کہ حسنِ صورتِ فرقاں عیاں نماند ❖ آں خود عیاں مگر اثر عارفاں نماند

افسوس کہ قرآن کے چہرہ کی خوبصورتی پوشیدہ ہوگئی وہ خود تو ظاہر ہے مگر عارفوں کا نشان نہ رہا

مردم طلب کنند کہ اعجازِ آں کجاست ❖ صد درد و صد دریغ کہ اعجاز واں نماند

لوگ پوچھتے ہیں کہ اس کا اعجاز کہاں گیا (اعجاز تو ہے) لیکن سخت رنج کی بات یہ ہے کہ کوئی اعجاز داں نہیں رہا

بینم کہ ہر یکے بہ غمِ نفس مبتلاست ❖ کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند

میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص اپنے ذاتی تفکرات میں مبتلا ہے کسی کو بھی قرآن کی اشاعت کا دلی فکر نہیں رہا

یوسف شنیدہ ام کہ شدش کارواں معین ❖ ایں یوسفے کہ ہیچ کسش کارواں نماند

مَیں نے یوسف کی بابت سُنا تھا کہ قافلہ نے اسکی مدد کی تھی مگر اس یوسف کے کام کو جاننے والا کوئی نہیں رہا۔ (یا یہ یوسف بے کس اور بے قافلہ ہے)

جانم کباب شد ز غمِ ایں کتابِ پاک ❖ چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند

اس کتاب کے غم میں میری جان کباب ہوگئی اور مَیں اس قدر جل گیا ہوں کہ بچنے کی کوئی اُمید نہیں

اے سیّد الوریٰ مددے وقتِ نصرت است ❊ در بوستاں سرائے توکس باغباں نماند

اے مخلوقات کے سردار مدد فرما یہ نصرت کا وقت ہے کیونکہ تیرے باغ میں کوئی بھی باغبان نہیں رہا

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر ❊ بینم کہ حسن دلکشِ فرقاں نہاں نماند

مَیں خوشی کے مارے سینکڑوں دفعہ رقص کروں۔ اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دلکش جمال پوشیدہ نہیں رہا

دیدم کہ زاہداں رہِ فرقاں گذاشتند ❊ ناچار در دلم اثرِ مہرِ شاں نماند

مَیں نے دیکھا کہ زاہدوں نے قرآن کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ناچار میرے دل میں بھی ان کی محبت کا نشان باقی نہیں رہا

اے خواجہ پنج روز بود لطفِ زندگی ❊ کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند

اے صاحب۔ زندگی کا لطف پانچ دن کے لئے ہے کوئی بھی اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہا

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت ❊ عذرے دِگر ترا بجنابِ یگاں نماند

اگر آج کے دن تیرا دل قرآن کے لئے نہیں جلتا تو پھر خدائے واحد کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر باقی نہیں رہا

بگذار ذکرِ مثنوی و شغلِ غزل و شعر ❊ ایں خود چہ چیز ہست اگر قدرِ آں نماند

مثنوی۔ وظیفہ اور شعر و غزل کے مشغلہ کو چھوڑ یہ چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں اگر قرآن ہی کی قدر نہ رہی

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند ❊ زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اے بے خبر قرقان کی خدمت کیلئے کمر باندھ لے اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مر گیا

(درثمین فارسی)

سیدنا حضرت مسیح موعود کیطرف سے
اقوام عالم کو تحقیق مذہب کی دعوت

جلسہ اعظم مذاہب لاہور 1896ء کے محرک اگرچہ دھرم مہوتسو کے بانی سوامی شوگن چندر تھے۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود....... ابتداء سے ہی مذاہب عالم کو تحقیق کی دعوت دیتے چلے آرہے تھے۔ اور خاص طور پر براھین احمدیہ کے زمانہ سے آپ قرآن شریف کی عظمت کے قیام اور حقائق و معارف کے خزانے دنیا کے سامنے پیش کرتے چلے آرہے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے اس احقر العباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ تعلیمات حقہ قرآن کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرمادے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے"۔

(براہین احمدیہ صفحہ 574 حاشیہ در حاشیہ)

قرآن کریم کے غیر محدود خزائن دنیا کے سامنے لانا بھی حضرت اقدس کی بعثت کا مقصد تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے وان من شی الا عندنا خزانہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم یعنی ہر ایک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں مگر بقدر معلوم اور بقدر ضرورت ہم ان کو اتارتے ہیں۔ سو جس قدر معارف اور حقائق بطون قرآن میں چھپے ہوئے ہیں جو ہر ایک قسم کے ادیان فلسفیہ و غیر فلسفیہ کو مقہور و مغلوب کرتے ہیں۔ ان کے ظہور کا زمانہ یہی تھا۔ کیونکہ وہ بجز تحریک پیش آمدہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے۔ سو اب مخالفانہ حملے جو نئے فلسفہ کی طرف سے ہوئے تو ان معارف کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا ہے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ 364)

حضرت مسیح موعود........ نے ان مقاصد عالیہ کے لئے سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات شائع کئے اور اپنی کتب کے ذریعے بھی مذاہب عالم کو پکارا کہ وہ اپنی حقانیت اپنی ہی مذہبی کتب سے پیش کریں۔ اور احقاق حق کا راستہ اختیار کرتے ہوئے صداقت قبول کریں۔

جلسہ تحقیق مذاہب کی دعوت

حضرت اقدس......... نے 29 دسمبر 1895ء کو جلسہ تحقیق مذاہب منعقد کرنے کا اشتہار دیا اور اس کے انعقاد اور انتظامات کی تمام تر ذمہ داری اپنے پر لی۔ آپ نے اشتہار میں فرمایا۔

" ہر ایک قوم میں قدرتی طور پر مذہب کے بارہ میں ایک جوش پایا جاتا ہے۔ مذہبی تحقیق کیلئے غیبی تحریک سے ایک ہوا چل رہی ہے تمام راہیں کھل گئیں تمام مشکلات حل کر دی گئی ہیں۔ مختلف زبانوں کا علم لوگوں میں بڑھتا جاتا ہے گویا خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمام قوموں کو ایک قوم بنادے۔ سو یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر ان تمام وسائل کو احقاق حق کیلئے احسن طور پر استعمال میں لایا جاوے اور تمام قوموں کے اکابر دین اور صاحبان معرفت نیک نیتی سے حق کے ظاہر ہونے کیلئے ایک جگہ مل کر کوشش کریں اور تعصبات سے دور ہو کر بھائیوں کی طرح باہمی اتفاق سے اپنے دین اور کتاب کی خوبیاں آہستگی اور ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ تو کچھ تعجب نہیں کہ اس اتفاق کی برکت سے سچے مذہب کے انوار لوگوں پر ظاہر ہو جاویں......"

حضرت مسیح موعود...... نے اس اشتہار میں پندرہ اصولی اور ضروری ہدایات درج فرمائیں۔ اور اکابر دین کو دعوت دی کہ وہ آپ کو آخر اپریل تک مطلع کریں۔ یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے سائز پر شائع ہوا جو انگریزی میں بھی کثرت سے پھیلایا گیا۔ (جس کا عکس اسی اشاعت میں دیا جا رہا ہے)

تحقیق مذاہب کے اس اشتہار کے بعد اگلے سال سوامی شوگن چندر کی جلسہ اعظم مذاہب لاہور کی تقریب پیدا ہوئی۔ جو حضرت اقدس کی عین خواہش کے مطابق تھی۔ اس جلسہ میں آپ کا مضمون پڑھا گیا۔ جسے غیر معمولی اہمیت اور شہرت حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی خوشخبری کے مطابق "یہ وہ مضمون ہے جو سب پر بالا رہے گا" اور اللہ اکبر خربت خیبر کا منظر ہر خاص و عام نے دیکھا۔ اخبارات نے ریویو لکھے اور اس مضمون کے دیگر زبانوں میں تراجم ہوئے جنہیں قبول عام کی سند حاصل ہوئی۔

مذہبی تقریبات کیلئے مستقل انتظامات

جلسہ اعظم مذاہب کے حیرت انگیز اثرات تو منشائے الٰہی کے مطابق ظاہر ہوئے۔ مگر حضرت اقدس....... کے دل

میں یہ خواہش رہی کہ ایسی تقریبات کا سلسلہ جاری رہے۔ منارۃ المسیح کی تعمیر کے ضمن میں آپ نے فرمایا۔

بالآخر میں ایک ضروری امر کی طرف اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس منارہ میں ہماری یہ بھی غرض ہے کہ مینارہ کے اندر جیساکہ مناسب ہو کسی اور وضع کا کمرہ بنادیا جائے جس میں کم از کم سو آدمی بیٹھ سکے اور یہ کمرہ وعظ اور مذہبی تقریروں کیلئے کام آئے گا۔ کیونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان میں مذہبی تقریریں کا جلسہ ہوا کرے اور اس جلسہ میں ہر ایک شخص مسلمانوں اور ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں اور سکھوں میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے گا"

(اشتہار 28 مئی 1900ء از خطبہ الہامیہ صفحہ 30 روحانی خزائن جلد 16)

اسی طرح حضور نے اپنی کتاب ستارہ قیصریہ مطبوعہ 25 مئی 1897 میں بھی مذہبی کانفرنسوں کے انعقاد کی خواہش فرمائی۔ جس کا مرکز لندن ہو تاکہ مذاہب کی حقیقت سے انگلستان کی سرزمین بھی آگاہ ہوتی رہے۔

(ن - خ - ن)

بقیہ: غذاؤں کا اثر

کہ ہومیو پیتھک ادویات میں سب سے اہم علامات دماغی علامات ہی تسلیم کی جاتی ہیں۔ گہری بیماریوں کے علاج کے آغاز میں پہلے دماغی علامات کو ہی ٹھیک ہونا چاہیئے۔ شفا کے سفر کا آغاز اور اسی طرح گہری بیماریوں کا آغاز بھی دماغی علامات سے ہی ہوگا۔

پس یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کھانے پینے کا اثر انسان کے دماغ اور نتیجۃً مزاج اور اخلاق پر ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود ...... نے اس کی فلاسفی یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ جسم اور روح میں ایک دائمی گہرا تعلق ہے لہٰذا وہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی لئے ہماری غذائیں ہمارے اخلاق اور روحانیت پر اثر ڈالتی ہیں۔ اور قرآن کریم نے اسی اصل کی بنیاد پر حلّت و حرمت کے قوانین ہمیں عطا فرمائے ہیں۔ قرآن کریم کے یہ احکامات اپنے اندر جو عظیم سائنسی صداقتیں رکھتے ہیں جو آنے والے وقتوں میں روشن تر ہوتی چلی جائیں گی۔ اس لحاظ سے بالخصوص احمدی سائنسدانوں اور ڈاکٹرز کے لئے تحقیق کا میدان کھلا ہے۔ خاص طور پر وہ ماہرین جن کا تعلق نیورولوجی یعنی دماغی ساخت کے علم سے ہے یا جو ماہرین غذا ہیں۔ انہیں ضرور قرآن کریم کی بیان کردہ صداقتوں کی روشنی میں مزید تحقیق کرنی چاہیئے۔

These papers with the signature of each speaker together with his proper address and title are to be made over afterwards to the Secretary of the Conference. A speaker may retain a copy of his paper with him if he choses to do so.

12. He who shall not observe the above conditions as to writing his paper shall not be allowed to speak in the Conference, nor shall he be deemed entitled to those allowances which have been referred to in paras. 2 and 3: but in all other respects he is equally welcome to hospitality with other guests.

13. All the speeches shall be printed and published by me afterwards in one volume.

14. All the gentlemen who intend to take any part in this holy gathering are requested to inform me of their intention before the end of May 1896. And if the number of representatives of any community shall be more than one the one elected by the majority of his community will be regarded as its representative.

15. After the selection of the speakers their names shall be notified six months before the date of the 1st sitting of the Conference.

Hence I hereby invite the attention of the learned men of each community and request them to respond to my call and try to make research and establish truth, purity and peace in the world, which in my opinion can be done only by following the precepts of one true religion. I hope the Conference shall be conducive to manifold blessings. It shall afford a safe and peaceful platform to various religions whose advocates may vindicate their faiths by showing their beauties to the world. I also hold myself responsible for the peace with which I hope the proceedings of the Conference shall be conducted. A period of 30 days may seem to some a long duration, but considering that our legal suits even of trivial nature cost us in Judicial Courts months after months without exciting any regret, while religious matters are more complicated more delicate and more minute and can be understood only by repeated exertions and heart-felt prayers, I think the period can not be said to be too long, and I hope that those noble-minded persons whose soul is ever aspiring after virtuous study and research shall spare it with a willing heart. I appeal to their sense of humanity and philanthropy and wish to convince them that religion is the only source of human elevation. We are ready to waste years after years in wordly pursuits but we neglect religion which is more important. I pray that God may inspire my fellowmen to come forward and to assist me in establishing His true glory in the world.

I shall wait till the end of May for the acceptance of this invitation and if I do not receive any intimations from any gentlemen up to that date, I shall have to notify with great sorrow and pity the post-poning of the Conference.

Kadian,
29th December, 1895.

Mirza Ghulam Ahmad
Chief of Kadian,
Gurdaspur District, Punjab, India.

The "Punjab Observer" Press,-Lahore.

7. Every speaker is requested not to make any reference or allusion to any other religion in his speech, but to give an exposition of only the beauties of his own and execllences of its principles. He can, of course, make a reasonable refutation in gentle and polite words, of all those charges with which he thinks his religion might have wrongly been assailed. But if he departs from it none of the present shall be entitled to object, because in such case he shall suffer the consequences of doing so himself by weakening his own cause.

8. In establishing the truths and beauties of his religion the speaker shall dwell especially on the following two things:-

(a) Reasons to believe in the existence of God, especially derived from the words of the sacred book in which he believes.

(b) The necessity of religion in general and of a belief in his faith in particular in order to bringing about the salvation of one's self.

The speakers will have full liberty to bring forward arguments in support of their claims but the giving offence to another religion or making remarks derogatory to others must strictly be avoided. Arguments of each speaker must be exclusively based upon the words of his sacred book which he shall have to quote in the original with full particulars. As for example a Muhammadan speaker shall recite the verses of Alqoran in support of his arguments and not only to produce a translation. Similarly a Christian theologian and an Arya Pundit shall have to quote verses in original respectively from the Bible and the Vedas with their translation and references. Mere translation shall not be admissable. Atheists and Brahmos, of course are exempted from this restriction. All the quotations must be correctly given in the written papers of every speaker.

9. Gentlemen having thorough knowledge of their scriptures shall be only deemed eligible for the purpose and therefore Aryas and Christians only are requested to accept our invitation who can easily read and translate their religious texts in original, because any one who has only a second hand knowledge through other's translations can not be reliable in the eyes of a truth-seeker.

10. Urdu shall be adopted as the medium of our religions deliberations in the Conference. Quotations from the sacred books shall also be rendered in this language by each speaker. But one who does not know Urdu or has been disabled to attend any meeting, of the Conference owing to indisposition or any other cause, may send his substitute whose words shall be taken for the former. But the principal shall have to subscribe his speech with his own signature, which shall make him responsible for it. English speaking gentlemen not knowing Urdu shall also be furnished with able translators by me, whose services may be utilised gratis, in rendering their English speech into Urdu provided that the former have no objection to accept such a help.

11. The speakers are requested to write their speeches in a legible hand, because no one shall be allowed to make any oral speech in the Conference, nor shall he be suffered to make any alteration in or addition to what he has already reduced to black and white.

likely that the light of Truth, may shine upon all and all come to a common understanding. Shall it not be a matter of pity and regret if in the face of all these God-given facilities we do not try to elevate humanity by finding out the true religion and then acting upon its commandments. Nay we shall be ungrateful to our Benefactor for all His gifts if we do nothing to reform human corruptions while we pass our life in luxury and lassitude. I appeal, therefore, to those well-wishers of humanity, to whatever creed they may belong, who with burning souls are ever-aspiring after truth, purity and philanthropy and invite them to a conference which I propose to hold at Kadian in the Gurdaspur District, Punjab. (India) for religious researches.

The following rules will guide the proceedings of the Conference and will be observed by gentlemen taking part in it:-

1. That the Conference shall be open to the representatives of all creeds to the Jews, the Christians, the Aryans, the Parsees, the Brahmoos, the Jainies, the Bhuddists, the Sanatan Dharama Hindus and to Atheists. That one representative of each belief who may be distinguished for his religious learning and thoroughly conversant with his own scriptures will be requested to be present in the Conference on behalf of his religion, while the cause of Islam shall be advocated by me.

2. All these representatives shall be entertained at my expenses during their stay at Kadian and articles of food with due regard to the religious scruples of everybody will be provided to them.

3. The passage coming as well as going of those gentlemen will also be paid by me who may be unwilling to bear the expense themselves. The representatives may bring along with them as many friends as they like but the above-mentioned allowance are confined only to themselves. The gentlemen wanting to have their travelling fare paid by me will kindly inform me of their intention before-hand, so that I may deposit the necessary amount, to meet such expenses, in any bank where they shall be paid on their departure.

4. Proper arrangements for their lodging shall also be made by me.

5. The meeting of the Conference shall continue at least for 30 days, which period shall be equally divided into as many speakers as shall be present on the spot. For instance if they are ten in number three days shall given to each, if five , six days shall fall to the lot of each gentleman. But if the number of persons who have to speak may render an equal division of 30 days impossible, some extra days shall be added to this fixed period in order to give an equal share to each speaker.

6. Antiquity of a religion shall decide the precedence of speaking *i.e.* the first day shall be given to him who claims his religion to be the most ancient, the one next to the former in antiquity shall follow him and so on and the last day shall be reserved for the advocate of that book which is claimed to be the latest revelation by its followers. Every one shall speak one day in the above order, till after all have taken their turns, the same round shall begin again to the end of Conference.

Bismillah-irr-Rahman-irr-Rahim

A CONFERENCE FOR RELIGIOUS RESEARCH

As the followers of almost all the religions of the world residing in British India enjoy full peace and liberty under the benign rule of the British, and the Almighty God, has also blessed us with all the requirements for religious research, because distances have been reduced to nothing by the facilities for travelling, it befits the lovers of truth to get the advantage of the existing state of things and to make honest offorts to put an end to all religious strife and difference and thereby to bring all worshippers of God to one altar. Among His manifold blessings very opportune to the accomplishment of this holy object, are the invention of printing, to make any number of books on the different religions of the world accessible to every seeker after truth, the construction of rail roads, to bring persons from the different corners of the country to one place within hours or at best days, the institution of telegraph and post offices to fascilitate communication. Even in things of every day use one has the better of his brethren of the past generation. He has handy steel peas and has no more to be spending time in making and mending them, he has no more to be labouring to polish paper as the best paper is available at small prices, he has watches to regulate time and all the modern discoveries in sanitation and medicine to preserve him in good health. All these facilities seem to have been furnished by Providence for a special end. Besides the facility we enjoy for holding communication with our coreligionists living in different parts of the world, for calling together in one assembly the learned men of the East and West, and for having an easy access even to those books of certain religions which were regarded too sacred in former days for strangers' eyes, the study of the various languages has removed, to a large extent, the unsurmountable barriers in our way to universal brotherhood. Moreover when we see the deep interest, universally taken in religious movements, now-a-days, by people of all creeds, an intense struggle and contest amongst the foremost religions of the world for supremacy and a natural bent of the minds of people to investigating religious questions accompanied by the Greatest zeal and enthusiasm, we cannot help believing that the Lord of nations proposes to turn all of them into one and His peace-spreading hand intends to reduce jarring elements into one harmonious whole. And it is not an impossibility. If the above-mentioned blessings of God may be properly utilised in the search of truth, if the learned men and theologians of a religions come together in one assembly each honestly endeavouring to reveal the truth and narrating the beauties and excellences of his respective religion with an unpre judiced mind and in a brotherly spirit, and all prepared calmly to argue and listen to the arguments of one another it is

"یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا"

انجامِ سلسلہ کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا......"

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹-۴۱۰)

A
enjoy
has al
have b
get th
to all
altar.
object
religio
roads,
hours
comm
past g
and m
availa
in sar
have b
holdin
calling
easy a
former
large e
when
people
the wo
religio
believi
spread
not an
in the
one ass
and ex
spirit,

"تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے"

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ..... اپنی کتاب کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ اور باقی سب اُس کے ظِل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ **اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ** کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدّم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے اُن کے قیامت سے مُنکر نہ ہوتے۔

پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۶-۲۷)